جائے گی۔ وہ راستہ صاف ہو جانے کی اس نوید پر سکون کا سانس لیتے ہیں۔ ایرونائیکل انجینئر فرقان کا رشتہ سدرہ کے بجائے محمل کے لیے دے دیا جاتا ہے تو سب کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ تائی مہتاب فوراً انکار کر دیتی ہیں۔ جس پر محمل اور مسرت کو بہت رنج ہوتا ہے۔ فواد اس سے ہمدردی جتاتا ہے اور اسے فیکٹری میں آنر شپ دینے اور جاب کرنے کے لیے آغا جان سے بات کرتا ہے جس پر وہ انکار کر دیتے ہیں۔ حالات سے تنگ آکر محمل اس پر سرار لڑکی سے سیاہ جلد والی کتاب لے آتی ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے قبل ہی تائی مہتاب سب کے ساتھ اسے رنگے ہاتھوں پکڑتی ہیں۔ لیکن پتہ چلتا ہے کہ یہ تو قرآن مجید ہے۔ محمل سمیت سب رنگ رہ جاتے ہیں۔ تائی مہتاب اپنی بے عزتی پر بے حد تلملائی ہیں۔ محمل غصہ میں آکر سیاہ فام لڑکی کو قرآن شریف واپس کر آتی ہے اور اسے سخت سست بھی سناتی ہے۔ اس ردِ عمل پر وہ لڑکی بجھ سی جاتی ہے۔

آغا فواد سب سے چھپ کر محمل کو فیکٹری لے جانے لگتا ہے اور اسے منع کرتا ہے کہ اس کا ذکر کسی سے نہ کرے۔ وہ اسے بیش قیمت ملبوسات بھی دلواتا ہے تاکہ سدرہ کی منگنی پر وہ اپنی حیثیت کے مطابق نظر آئے۔ محمل اپنی سادگی میں اسے فواد کی محبت سمجھتی ہے۔ حسن، محمل کو فواد کے سائے سے بھی دور رہنے کی تنبیہہ کرتا ہے تو محمل کو برا محسوس ہوتا ہے۔ میریٹ میں ڈنر کا جھانسہ دے کر فواد، محمل کو اپنے ساتھ جانے پر آمادہ کرتا ہے۔ راستے میں کسی ڈیل کے نہ ہونے پر نقصان کا ڈراما رچا کر محمل کو کلائنٹ کے پاس بھیجتا ہے۔ وہاں جا کر محمل کو آغا فواد کے اصل چہرے کا ادراک ہوتا ہے۔ فواد نے اے ایس پی کے سامنے محمل کو بطور چارہ استعمال کیا تھا اس صورت حال پر محمل چکرا کر رہ جاتی ہے۔ وہ اسے بتاتی ہے کہ آغا فواد اس کا بھائی ہے۔

انسپکٹر ہمایوں، محمل کی آغا فواد سے بات کرواتا ہے تو وہ اسے رات اسی کے ساتھ رہنے کو کہتا ہے۔ محمل اس دھوکے پر ششدر رہ جاتی ہے۔ اس صدمے سے وہ بے ہوش ہو جاتی ہے۔ اسے ایک کمرے میں قید کر لیا جاتا ہے۔ لیکن وہ وہاں بذریعہ چھت بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ اس کوٹھی کے برابر میں مدرسہ ہے۔ جہاں اس کی ملاقات فرشتے نامی لڑکی سے ہوتی ہے جو وہاں دین کی تعلیم دیتی ہے۔ فرشتے جان لیتی ہے کہ محمل اس وقت مشکل میں ہے۔ انسپکٹر ہمایوں اس کا کزن ہے۔ ہمایوں کے وہاں پہنچنے پر محمل کو مشورہ دیتی ہے کہ وہ اپنے گھر، انسپکٹر ہمایوں کے ساتھ جائے۔ کچھ سوچ کر محمل، فرشتے کی بات مان لیتی ہے۔ گھر پہنچنے پر اس کے ساتھ روایتی سلوک ہوتا اور آغا کریم اور تمام چچا اسے گھر سے نکال دینے کے درپے ہوتے ہیں کہ انسپکٹر ہمایوں کی آمد سب کو چونکا دیتی ہے۔ محمل سب کو بتاتی ہے کہ کس طرح آغا فواد نے دھوکے سے اسے ڈیل کا حصہ بنایا۔ سوائے حسن اور مسرت (ماں) کے سب اسے جھٹلاتے ہیں۔ وہ آغا فواد کی سرگرمیوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ کروا دیتی ہے۔ تائی جان اسے مارنے کو لپکتی ہیں تو سب انہیں روک دیتے ہیں۔ آغا فواد گرفتار ہو جاتا ہے۔ مصلحتاً محمل کو گھر میں رہنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ مسرت سے محمل کی بات چیت بند ہے۔ وہ اس معاملے میں محمل کو بھی قصوروار سمجھتی ہیں۔ محمل فرشتے سے ملنے دوبارہ مدرسے جاتی ہے تو وہ اسے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیتی ہے۔ وہ اس بات کو خاص اہمیت نہیں دیتی، لیکن مصروفیت کے لیے اس کا مشورہ مان لیتی ہے۔ دینی تعلیم اسے ذہنی و روحانی سکون بخشتی ہے۔ اس دوران انسپکٹر ہمایوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ اسے رابطے کے لیے اپنا سیل نمبر دیتا ہے۔ وہ آغا فواد کے خلاف محمل کو وعدہ معاف گواہ بنانا چاہتا ہے۔ یہ بات جب گھر والوں کے علم میں آتی ہے تو وہ محمل کو بری طرح زدوکوب کرتے ہیں۔ وہ رو، رو کر ان سب کو بددعا دیتی ہے۔ حسن گھر والوں کے اس سلوک پر ششدر رہ جاتا ہے۔ مسرت، محمل کو آغا فواد کے خلاف وعدہ معاف گواہ بننے کا کہتی ہیں۔ محمل، انسپکٹر ہمایوں کو تمام صورتِ حال بتاتی ہے تو وہ اسے مصلحتاً جھوٹ بولنے کا مشورہ دیتا ہے۔ تایا کریم اسے جائیداد میں حصہ دینے کا جھانسہ دیتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ شرط رکھتے ہیں کہ وہ انسپکٹر ہمایوں داؤد کے خلاف کورٹ میں بیان دے تو اسے اس کا حصہ مل جائے گا، وہ ان کا ساتھ دینے کی حامی بھر لیتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

۶
چھٹی اور آخری قسط

"فرشتے! میرے اختیار میں نہ کل کچھ تھا، نہ آج ہے۔ ہمایوں نے فیصلہ سنانا تھا، سنا دیا۔ اگر وہ میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتا تو کیا میں اسے مجبور کروں؟ نہیں۔" اس نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر وہ علیحدگی ہی چاہتا ہے تو ٹھیک ہے۔ میں مصالحت کی آخری کوشش ضرور کروں گی، مگر اس سے بھیک نہیں مانگوں گی۔"

"پھر..... پھر کیا کرو گی؟ کدھر جاؤ گی؟"

"فرشتے! میں ہمایوں کی محتاج نہیں ہوں۔ اللہ کی دنیا بہت بڑی ہے۔ میں اپنے بیٹے کو لے کر کہیں بھی چلی جاؤں گی۔"

"تم اس کے بغیر رہ لو گی؟"

"کیا وہ میرے بغیر نہیں رہ رہا؟" وہ پھیکا سا مسکرائی۔

"مگر کیا تم خوش رہو گی؟"

"اگر اللہ نے میرے مقدر میں خوشیاں لکھی ہیں تو وہ مجھے مل ہی جائیں گی، بھلے ہمایوں میرے ساتھ ہو یا نہ ہو۔"

فرشتے تاسف سے اسے دیکھتی رہی۔

"آئی ایم ویری سوری محمل! اگر تم کہو تو میں اسے اس کا فیصلہ بدلنے کو..."

"نہیں۔" اس نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔ "اب اس معاملے میں نہیں بولے گا۔"

"مگر ایک دفعہ مصالحت کی ایک کوشش تو۔"

"پلیز فرشتے! مجھے بھکاری مت بنائیں!" اس نے کچھ ایسی بے بسی سے کہا تھا کہ فرشتے لب کاٹتی رہ گئی۔

"مگر..... وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟ کیا اس نے تمہیں وجہ بتائی ہے؟"

"کیا میں نہیں جانتی؟ ہونہہ!" اس نے تلخی سے سر جھٹکا۔ "وہ ایک معذور عورت کے ساتھ کب تک رہتے کب تک میری خدمت کرتے، وہ میری بیماری سے اکتا گیا ہے میں جانتی ہوں۔"

"کیا یہی واحد وجہ ہے؟"

"اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے؟"

"واللہ اعلم بالخیر، جو بھی کرنا سوچ سمجھ کر کرنا، اگر تم نے فیصلہ کر ہی لیا ہے تو اس پہ اپنے دل کو بھی راضی کر لینا۔ لو یو سسٹر!" اس نے اپنے ہاتھ محمل کے ہاتھوں سے ہٹائے اور ہولے سے اس کا گال تھپتھپاتی کھڑی ہو گئی۔

"بس یہ یاد رکھنا کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں اور جب تک تم ٹھیک نہیں ہو جاتیں، میں تمہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔ او کے۔"

محمل نے نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆ ☆ ☆

جب سے ہمایوں نے علیحدگی کی بات کی تھی، وہ لاکھ فرشتے کے سامنے خود کو صابر ثابت کر ظاہر کرتی، اندر سے وہ مسلسل ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ اس کی یادداشت میں ہمایوں کے ساتھ بیتا ایک ہی سال تھا۔ باقی کے مادو سال ذہن کے پردے پہ اترے بغیر ہی سرک گئے تھے۔

اور وہ ایک سال جو اس نے اس گھر میں محبتوں اور چاہتوں کے بیچ گزارا تھا..... جب وہ دونوں گھنٹوں باتیں کرتے تھے۔ وہ کینڈل لائٹ ڈنرز، وہ لانگ ڈرائیوز، وہ روز ہمایوں کے لیے تیار ہونا، وہ ٹیرس پہ جا کر رات کو باتیں کرنا، وہ ایک ساتھ کی گئی شاپنگز..... ہر شے اس کی یادداشت پر سے کسی فلم کی طرح گزرتی تھی اور ہر یاد اس کے دل پہ مزید آنسو گراتی جاتی تھی۔

اور اگر تیمور بھی اس کے ساتھ نہ رہا، تب وہ کیا کرے گی؟ کدھر جائے گی؟ اگر ہمایوں نے اسے گھر سے نکال دیا، تو وہ کہاں رہے گی؟ کیا اپنے چچاؤں کے

FIAZ AHMED
Friends Korner

پاس؟ کیا وہ اسے رکھیں گے؟ یا فرشتے کے ساتھ؟ مگر فرشتے تو خود تنہا تھی۔ ہمایوں کے گھر میں مہمان تھی۔ پھر وہ کیا کرے گی؟

یوں لگتا تھا کہ چلچلاتی دھوپ میں اسے لا کھڑا کیا گیا تھا۔ نہ چھت، نہ سائبان، مستقبل کا خوف کسی بھیانک آسیب کی طرح اس کے دل سے چمٹ گیا تھا۔ بار بار یہ سوال ذہن میں اٹھتے اور وہ بمشکل ان کو جھٹلا پاتی۔

اور پھر آخر کب تک وہ ان کو یوں جھٹکے گی؟ کبھی نہ کبھی تو اسے ان کا جواب چاہیے ہوگا اور جس کتاب سے جواب مل جایا کرتے تھے اس کے صفحے بار بار ایک ہی آیت سے کھل جاتے تھے۔ کبھی ایک جگہ سے کھل جاتی تو کبھی دوسری جگہ سے اور یہی قصہ سامنے آجاتا۔

"اور داخل ہو جاؤ دروازے سے سجدہ کرتے ہوئے اور کہو حطتہ"

مگر ہیکل سلیمانی کا دروازہ کہاں تھا؟ وہ تو بن سواری کے شہر سے نکل باہر کی جارہی تھی۔ اندر کیسے جاتی؟

وہ سہ پہر بہت زردی اتری تھی۔ بلقیس نے اسے بیڈ سے وہیل چیئر پہ بٹھایا اور باہر لے آئی۔

تیمور لاؤنج میں صوفے پہ کتابیں پھیلائے بیٹھا تھا۔ اسے آتے دیکھ کر ایک خاموش نظر اس پہ ڈالی، اور پھر نگاہیں کتاب پہ جما دیں۔ وہ پیاسی نظروں سے اسے تکتی رہی، یہاں تک کہ بلقیس وہیل چیئر لاؤنج کے داخلی دروازے تک لے آئی۔

دروازے کی چوکھٹ پہ لگے گلاس بیل بوٹوں اور نقش و نگار کے درمیان اسے صوفے پہ بیٹھے تیمور کا چہرہ نظر آیا جو بہت غور سے اسے باہر جاتے دیکھ رہا تھا۔

بلقیس وہیل چیئر لان میں لے آئی۔ تازہ ہوا کا جھونکا چہرے سے ٹکرایا تو بھورے بال پیچھے کو اڑنے لگے۔ اس نے آنکھیں موند کر لمحے بھر کو موسم کی تازگی اپنے اندر اتارنا چاہی۔ تب ہی دیوار کے اس پار سے مدھم مدھم سی بھنبھناہٹ سماعت میں اتری۔

"اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جاتی ہے۔"

اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ اسے گھر آئے مہینہ ہونے کو آیا تھا مگر وہ کبھی مسجد نہیں گئی تھی۔ نہ جانے کیوں؟

"بلقیس! مجھے مسجد لے چلو۔" ایک دم سے اس کا دل مچل گیا تھا۔

بلقیس نے فرماں برداری سے سر ہلا کر وہیل چیئر کا رخ موڑ دیا۔

"فرشتے کدھر ہیں؟" اس نے سوچا کہ اسے بھی ساتھ لے لے۔

"وہ کھانا کھا کر سو گئی تھیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" وہ جانتی تھی، فرشتے تھکی ہوئی ہوگی۔ صبح بھی وہ فزیو تھراپسٹ کے ساتھ محمل کی ایکسرسائزز اور پھر مساج کرنے میں لگی رہی تھی۔ پھر سبزی لانا اور گھر کی نگرانی۔ وہ شام کو مسجد جائے گی ہی، پھر ابھی اسے کیوں تھکائے سو اس نے فرشتے کو بلانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

مسجد کا ہرا بھرا گھاس سے مزین لان ویسا ہی خوب صورت تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔ سفید ستونوں پہ کھڑی عالیشان، اونچی عمارت، چمکتے سنگ مرمر کے برآمدے۔۔۔ کونوں میں رکھے سبز لہلہاتے گملے شور مچاتی دنیا سے دور، ہنگامے سے پاک، ٹھہرا ہوا، کونا کونا سکون میں ڈوبا ماحول۔

مسجد کے اندر کوئی اور ہی دنیا تھی۔ ٹھنڈی، تازگی بھری، باوقار سی دنیا۔ اس کے در و دیوار سے سکون ٹپکتا تھا۔

وہ جیسے بچوں کی طرح کھل اٹھی تھی۔ آنکھوں میں چمک آگئی اور بے اختیار ادھر ادھر گردن گھماتی وہ ہر ہر شے دیکھ لینا چاہتی تھی۔ بلقیس آہستہ آہستہ وہیل چیئر آگے بڑھا رہی تھی۔

برآمدے میں سنگ مرمر کی چمکتی سیڑھیاں اترتی تھیں۔ ان پہ مسلسل اوپر نیچے لڑکیاں آجا رہی تھیں۔ سفید یونیفارم کے اوپر لائٹ گرین اسکارف، پابرست

کلر کے اسکارف پہنے، وہ مسکراتی ہوئی خوش باش لڑکیاں، ہاتھوں میں قرآن اور کتابیں پکڑے ہر کسی کو مسکرا کر سلام کرتیں آس پاس نظر آرہی تھیں۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ وعلیکم السلام۔۔۔" وہ مسکرا کر ہر ایک کے سلام کا جواب دے رہی تھی۔ وہ وہاں کسی کو نہیں جانتی تھی اور کوئی اسے نہیں جانتا تھا پھر بھی سلام کرنا اور سلام میں پہل کرنے کی حرص رکھے، ہر کوئی پاس سے گزرتے ہوئے سلام کرتا تھا۔ اس کا پور پور خوشی میں ڈوب رہا تھا۔ یہ ماحول، یہ در و دیوار۔۔۔ یہ تو اس کی ذات کا حصہ تھے۔ وہ کیسے اتنا عرصہ ان سے کٹی رہی؟

وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے وہیل چیئر پہ بیٹھی مسلسل سب کے سلام کا جواب دے رہی تھی۔ نہ کسی نے رک کر ترس سے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا ہے۔ نہ کسی نے ترحم بھری نگاہ ڈالی۔ نہ کوئی تجسس۔ نہ کرید۔ وہ کونے میں وہیل چیئر پہ بیٹھی ساری چہل پہل دیکھ رہی تھی۔

پھر کتنی ہی دیر وہ ادھر ہی بیٹھی رہی، یہاں تک کہ بلقیس نے مرکز تک جانے کی اجازت مانگی۔

"رات صاحب کے کوئی سرکاری مہمان آنے ہیں اور فرشتے بی بی نے مجھے گوشت بنوانے کو کہا تھا، میں بھول ہی گئی۔ آپ بیٹھو، میں لے آتی ہوں۔"

"نہیں، میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی، آج دل کر رہا ہے دنیا کو پھر سے دیکھنے کا۔"

ایک الوہی سی چمک نے محمل کے چہرے کا احاطہ کر رکھا تھا۔ وہ اس ماحول میں آکر جیسے بہت خوش تھی اور اس خوشی کو اپنے اندر سمیٹ کر اب وہ دنیا کا مقابلہ کرنے کو تیار تھی۔

آج اسے بازار جانے سے ڈر نہیں لگ رہا تھا۔

بلقیس عادتاً چھوٹی موٹی ادھر ادھر باتیں کرتی اس کی وہیل چیئر چلاتی مرکز تک لے آئی۔ مرکز وہاں سے بہت قریب پڑتا تھا۔ وہ گوشت بنوانے دکان میں چلی گئی جبکہ محمل باہر بیٹھی رہی۔

گاڑیاں بہت تیزی سے گزر رہی تھیں، لوگ بہت اونچا بول رہے تھے۔ موٹر سائیکلیں بہت شور مچا رہی تھیں۔ روشنیاں بہت تیز تھیں۔

ذرا سی دیر میں ہی سارا سکون ہوا ہو گیا۔ اس کا دل گھبرانے لگا۔

"جلدی کرو بلقیس!" وہ لفافے تھامے دکان سے باہر آئی تو محمل سخت اکتا چکی تھی۔

"بس بی بی! یہ سامنے والے پلازہ میں ہوٹل ہے۔ تیمور بابا کے لیے پراٹھے لوں۔ ورنہ بابا کھانا نہیں کھائے گا۔ بس بی بی، پانچ منٹ۔"

وہ تیز تیز وہیل چیئر دھکیلتی کہہ رہی تھی۔ محمل نے بے زاری اور بے چینی سے سڑک کو دیکھا۔ وہ فراٹے بھرتی گاڑیاں اسے بہت بری لگ رہی تھیں۔ ایسی ہی کسی گاڑی نے کبھی اسے ٹکر ماری تھی۔

بلقیس ایک فاسٹ فوڈ کے سامنے اسے کھڑا کر کے اندر چلی گئی، اور وہ اس ریسٹورنٹ کی گلاس وال کو تکتے اس گاڑی کو یاد کرنے لگی جس نے اسے ٹکر ماری تھی۔ نہ جانے وہ کون تھا یا تھی؟ پکڑا بھی گیا یا نہیں؟

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے
بہنوں کے لیے ایک اور ناول
تتلیاں پھول اور خوشبو
راحت جبیں
قیمت۔۔۔ -/225 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37- اردو بازار، کراچی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED
FriendsKorner.com

کیا ہمایوں نے اس پہ مقدمہ کیا ہوگا؟ اسے جیل بھیجا ہوگا؟ مگر یوں مقدمہ کرنے سے اس کا نقصان پورا تو نہیں ہو سکتا تھا۔

"خیر جانے دو، میں نے معاف کیا سب کو۔"

اس نے سر جھٹکا اور پھر بے چین و منتظر نگاہوں سے ریسٹورنٹ کی گلاس وال کو دیکھا۔ بلقیس جانے کہاں گم ہو گئی تھی۔

وہ یونہی بے زاری سے نگاہ اِدھر اُدھر گھماتی رہی اور دفعتاً بری طرح ٹھٹکی۔ ریسٹورنٹ کی گلاس وال کے اس طرف کا منظر صاف واضح تھا۔

کونے والی میز پہ بیٹھا وہ مسکراتے ہوئے، والٹ کھولتا ہمایوں ہی تھا۔ وہ یک ٹک اس کی مسکراہٹ کو دیکھے گئی۔ کیا اسے مسکرانا یاد تھا؟ کیا اسے مسکرانا آتا تھا؟

اور تب اس کی نظر ہمایوں کے مقابل بیٹھی لڑکی پہ پھسلی۔ شولڈر کٹ بال، سلیولیس شرٹ، دوپٹہ ندارد، کمان کی طرح پتلی آئی برو..... وہ مسکراتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی اور ہمایوں سر جھٹک کر مسلسل مسکرائے جا رہا تھا۔

اس لڑکی کو وہ اچھی طرح پہچانتی تھی۔ وہ آرزو تھی۔ وہ واقعی آرزو ہی تھی۔

ہمایوں اب والٹ سے چند نوٹ نکالتے ہوئے کچھ کہہ رہا تھا جبکہ وہ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ دونوں کے درمیان بے تکلفی واضح اور عیاں تھی۔

"تو یہ بات تھی ہمایوں داؤد! تمہیں آرزو ہی ملی تھی؟"

اس نے غم سے لب کاٹتے ہوئے سر جھٹکا تھا۔ فرشتے ٹھیک کہتی تھی۔ یقیناً "وجہ کوئی اور تھی۔ اس کی معذوری کا تو بہانہ تھا۔ اصل وجہ تو وہ پتلی کمان سی ابرو والی شاطر لڑکی تھی جو اس کے شوہر کے ساتھ سرِعام لنچ کر رہی تھی۔

اس نے کہا تھا، وہ ہمایوں کو اس سے چھین لے گی، اس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔

محمل نے کرب سے سوچا۔

مغرب کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں، جب بلقیس اس کی وہیل چیئر دھکیلتی گھر کے گیٹ میں داخل ہوئی۔

اس کے سامنے ایک ہی منظر تھا، کونے کی ٹیبل پہ بیٹھے ہنستے مسکراتے دو نفوس، ایک جانا پہچانا سا فرد اور ایک جانی پہچانی سی عورت۔

وہ اجڑی اجڑی سی صورت لیے گم صم سی وہیل چیئر پہ بیٹھی تھی۔ بلقیس کب اسے کمرے تک لائی اسے کچھ علم نہ تھا۔

کسی نے اس کا شانہ ہلایا تو وہ چونکی اور پھر گردن اٹھا کر سامنے دیکھا۔

فرشتے حیران سی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ زرد شلوار قمیص میں ملبوس دوپٹہ شانوں پہ پھیلائے اس نے گیلے بھورے بال سمیٹ کر دائیں شانے پہ ڈال رکھے تھے۔ شاید ابھی وہ نہا کر آئی تھی۔

"کدھر گم ہو محمل؟ کب سے تمہیں بلا رہی ہوں۔" وہ پنجوں کے بل اس کے سامنے کارپٹ پہ بیٹھی اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔ دائیں شانے پہ پڑے اس کے گیلے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک کر دامن کو بھگو رہے تھے۔

"آپ ٹھیک کہتی تھیں فرشتے۔" وہ جیسے ہار گئی تھی۔ فرشتے کو لگا، وہ رو رہی ہے، مگر اس کے آنسو باہر نہیں اندر گر رہے تھے۔

"میں نے آج خود ان دونوں کو دیکھا ہے۔"

"کن دونوں کو؟" وہ بری طرح چونکی۔

"ہمایوں اور..... اور آرزو کو۔"

"آرزو؟ اسد انکل کی بیٹی آرزو؟"

"ہاں وہی۔ کیا اسد چچا کی ڈیتھ ہو گئی ہے؟"

"تم نے انہیں کدھر دیکھا؟" وہ اس کا سوال نظر انداز کر گئی تھی۔

"مرکز کے ایک ریسٹورنٹ میں۔ وہ دونوں لنچ کر رہے تھے یا شاید ہائی ٹی۔ فرشتے! ہمایوں ہنس رہے تھے میں تو سمجھی تھی کہ وہ ہنسنا ہی بھول گئے ہیں۔"

"مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ..... پتا نہیں مگر....." وہ

مذبذب تھی، کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"مجھے پتا ہے، وہ آرزو کی وجہ سے میرے ساتھ یوں کر رہے ہیں۔ اس نے کہا تھا وہ ہمایوں کو مجھ سے چھین لے گی۔ اور اس نے یہ کر دکھایا۔ کیا وہ کبھی اس گھر میں آئی ہے؟"

"ہاں وہ اکثر آتی رہتی ہے۔ مگر تمہارے گھر شفٹ ہو جانے کے بعد وہ کبھی نہیں آئی۔"

"واقعی؟" اسے حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا۔ آخر وہ کس حیثیت سے آئی تھی اس کے گھر؟

"آپ نے اسے نکالا کیوں نہیں؟ اندر کیوں آنے دیا؟"

"یہ میرا گھر نہیں ہے محمل! مجھے اس کا حق نہیں ہے۔"

محمل چپ سی ہو گئی۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا۔

"ہمایوں کے کچھ گیسٹ آنے ہیں چائے پہ۔ ابھی آنے والے ہوں گے، میں ذرا کچن دیکھ لوں۔" وہ اس کے ہاتھوں سے ہاتھ نکال کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ گیلے بال شانے سے پھسل کر سینے پر جا گرے۔

"آپ۔ آپ بہت اچھی ہیں فرشتے۔" وہ کہے بغیر نہ رہ سکی۔

"وہ تو مجھے پتا ہے۔" وہ نرمی سے مسکرائی اور زرد دوپٹے کا پلو سر پہ ڈالا، پھر اچھی طرح چہرے کے گرد حصار سا بنا کر دائیاں پلو بائیں کندھے پہ ڈال دیا۔ یوں کہ بال اور کان چھپ گئے۔

"تم آرام کرو۔" وہ باہر نکل گئی اور محمل وہیں اداس، ویران سی بیٹھی رہ گئی۔

باہر سے چہل پہل کی مدھم مدھم آوازیں آ رہی تھیں۔ کافی دیر بعد اس نے کھڑکی سے ہمایوں کی گاڑی کو آتے دیکھا تھا۔ اس کے ہمراہ دو تین معزز اشخاص بھی تھے۔ ہمایوں اسی لباس میں تھا جس میں ابھی شام میں آرزو کے ساتھ بیٹھا تھا۔ گویا وہ واقعی وہی تھا، یہ اس کا واہمہ نہ تھا۔

وہ حسرت و یاس سے کھڑکی سے لگی ان کو اندر جاتے دیکھتی رہی۔ اس کے کمرے میں اندھیرا اتر آیا تھا۔ باہر روشنی تھی۔ باہر والے اسے نہیں دیکھ سکتے تھے، اور وہ "باہر والا" تو شاید اب کبھی بھی اسے نہ دیکھ سکے۔ اس کے پاس اب بہتر انتخاب تھا، جوان، ہشاش بشاش، زندگی سے بھرپور عورت، بے شک وہ محمل کی طرح خوب صورت نہ تھی، مگر اس کی تراش خراش کی گئی شکل "اب" کی محمل سے حسین لگتی تھی۔

کیا کبھی حالات بدلیں گے، کیا کبھی ہمایوں لوٹے گا؟ کیا کبھی اس کی معذوری ختم ہو گی؟ کیا کبھی تیمور اس کے پاس آئے گا؟ کیا یہ گھر اس کا رہ سکے گا؟ کیا وہ دربدر کر دی جائے گی؟ کیا وہ بے سہارا چھوڑ دی جائے گی؟

اندر کا خوف اور بے بسی آنسوؤں کی صورت میں آنکھوں سے نکل کر چہرے پہ لڑھکنے لگی۔ مستقبل ایک بھیانک سیاہ پردے کی مانند ہر طرف چھایا دکھائی دے رہا تھا، اس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

"اللہ اس چیز سے بڑا ہے، جس سے میں ڈرتی اور خوف کھاتی ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا وہ ایک کلمہ وہ بار بار زیرِ لب دہرا رہی تھی۔ یہاں تک کہ اندر کرب قدرے کم ہوا اور ذرا سا سکون آیا تو اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

"اگر ان لوگوں نے مجھے چھوڑ ہی دینا ہے، نکال ہی دینا ہے تو مجھے کسی بے قدرے کے حوالے مت کرنا، میرے مالک! کوئی امید کا سرا دکھا دے، کوئی روشنی دکھا دے۔" وہ بنا لب ہلائے دعا کے لیے اٹھے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں سے آنسو اسی طرح بہہ رہے تھے۔

پھر جب بہت رو چکی تو چہرہ پونچھا اور سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اپنا سفید کور والا قرآن اٹھایا، اس کے فرنٹ کور پہ مٹا مٹا سا "دم" اسی طرح لکھا تھا۔

اسے یاد نہ تھا کہ اس نے آخری دفعہ تلاوت کدھر چھوڑی تھی، پتا نہیں نشان کہیں لگایا تھا یا نہیں۔ بس جہاں سے صفحہ کھلا، اس نے پڑھنا شروع کر دیا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Forever.com

لاشعوری طور پر وہ اللہ تعالیٰ سے رہنمائی چاہتی تھی۔

"اور کس کی بات اس شخص کی بات سے زیادہ اچھی ہو سکتی ہے' جو اللہ کی طرف بلائے اور اچھے عمل کرے اور کہے' بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں۔"

اس نے اگلی آیت پڑھی۔

"اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں سو (برائی کو) اس طریقے سے دور کرو جو بہترین ہو' پھر دفعتاً" وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے' یوں ہو جائے گا گویا کہ تمہارا حمیم (گہرا جاں نثار دوست) ہو۔"

اس نے اچنبھے سے ان آیات کو دیکھا' کیا اب بھی کوئی امید تھی کہ وہ شخص اس کا حمیم (گہرا جاں نثار دوست) بن سکتا ہے؟ اب تو کچھ باقی نہیں رہا تھا' سب ختم ہو گیا تھا۔ اس نے اس آیت کو دوبارہ پڑھا۔

بہت ہی عجب ماجرا تھا۔ آج وہ اپنے شوہر کو ایک دوسری عورت کے ساتھ خوش گپیاں کرتے ہوئے دیکھ آئی تھی' اپنے اس شوہر کو جو برملا اس سے علیحدگی اختیار کرنے کا کہہ چکا تھا۔ اس کا اپنا بچہ اس سے بدکتا تھا۔ اس سے نفرت کرتا تھا۔ اس کی بے انتہا پر امید رہنے والی بہن بھی آج خاموش تھی' آج اس نے بھی امید نہیں دلائی تھی کہ ہمایوں کا رویہ سب کے سامنے تھا۔

اس نے پھر سے پڑھا۔

"پھر دفعتاً" وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے' یوں ہو جائے گا گویا تمہارا حمیم ہو' اور اس (خوبی) کو ان لوگوں کے سوا کوئی نہیں حاصل کر سکتا جو بہت صبر کرتے ہیں اور اس (خوبی) کو ان کے علاوہ کوئی نہیں حاصل کر سکتا جو بڑی قسمت والے ہوتے ہیں۔"

میں اتنی صبر کرنے والی اور بڑی قسمت والی کہاں ہوں اللہ تعالیٰ؟ اس نے یاس سے سوچا تھا۔ کیا وہ واقعی کبھی بھی ان عداوتوں کو پگھلا نہیں سکے گی؟ کیا اسے مایوس ہو جانا چاہیے؟

باہر سے چہل پہل کی آوازیں بدستور آ رہی تھیں۔ محل کے کمرے کے سامنے ہی ڈرائنگ ہال اور ڈائننگ روم تھا۔

اس نے قرآن بند کر کے شیلف پہ رکھا' اور وہیل چیئر کو گھسیٹتی ہوئی کھڑکی کے پاس لے آئی۔ قد آور کھڑکی کے شفاف شیشوں کے اس پار ڈوبتی شام کا منظر نمایاں تھا۔ دور اوپر کہیں آدھا چاند بادلوں سے جھانک رہا تھا۔ یہاں تک کہ شام ڈوب گئی اور چاندنی سے کھڑکی کے شیشے روشن ہو گئے۔ وہ اسی طرح اندھیرے میں ڈوبے کمرے میں بیٹھی گردن اٹھائے چاند کو دیکھ رہی تھی۔

"انما یتقبل اللہ من المحسنین۔"

(دور کرو اسے اس طریقے سے جو بہترین ہو۔)

جو بہترین ہو۔

جو بہترین ہو۔

ایک آواز بار بار اس کی سماعت میں گونج رہی تھی۔

وہ چپ چاپ چاند کو دیکھتی کچھ سوچے گئی۔

☆ ☆ ☆

اس نے دیوار پہ آویزاں گھڑی پہ نگاہ دوڑائی۔ ایک بجنے میں ابھی چند منٹ تھے اور ہمایوں ڈیڑھ بجے تک گھر آ جاتا تھا۔

وہ وہیل چیئر گھسیٹتی سنگھار میز کے سامنے لے آئی اور قد آور آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ وہیل چیئر پہ بیٹھی ایک کمزوری لڑکی جس کے گھٹنوں پہ چادر پڑی تھی اور گیلے بال شانوں پہ بکھرے تھے۔ چہرے کی سپید رنگت میں زردی گھنڈی تھی اور بھوری آنکھوں تلے حلقے تھے۔

اس نے ہیئر برش اٹھایا اور آہستہ آہستہ بالوں میں اوپر سے نیچے کنگھی کرنے لگی۔ گیلے بالوں سے موتیوں کی طرح ٹپکتے قطرے اس کی سرخ قمیض کو بھگو رہے تھے۔ یہ خوب صورت جوڑا فرشتے نے اس کے لیے سلوایا تھا اور آج بہت شوق سے اس نے پہنا تھا۔ بال سلجھ گئے تو اس نے چہرے پہ ہلکا سا فاؤنڈیشن

لگایا' پھر گلابی سا بلش آن بکھیرا' آنکھوں میں گہرا کاجل اور اوپر لائٹ پنک سا آئی شیڈو' پھر پنک اور ریڈ لپ اسٹک ملا کر لبوں پہ لگائی' یوں کہ اوور بھی نہ لگے اور بہت پھیکی بھی نہیں۔ بال ذرا ذرا سوکھنے لگے تھے۔ اس نے ان کو برش سے سمیٹا' پھر دونوں ہاتھوں میں پکڑے اونچا کیا' اور پونی میں باندھا' یوں کہ اونچی پونی ٹیل اس کی گردن پہ جھولنے لگی۔

محمل کی یادگار پونی ٹیل۔

وہ اسے دیکھ کر اداسی سے مسکرا دی۔ پھر ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھا جیولری باکس کھولا اور نکلتے سرخ یاقوت کا سوئے کا سیٹ نکالا۔ کانوں میں آویزے پہنے' اور گردن میں نازک سا نیکلیس' اب اپنا عکس دیکھا تو خوش گوار سی حیرت ہوئی۔ وہ واقعی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ تر و تازہ اور خوب صورت۔

جیولری باکس کے ساتھ ہی اس کی کلائچ کی سرخ ٹیاں رکھی تھیں۔ وہ ایک ایک چوڑی اٹھا کر کلائی میں ڈالتی گئی۔ یہاں تک کہ دونوں کلائیاں بھر گئیں اور جب اس نے سرخ بڑے سے یاقوت کی انگوٹھی اٹھائی تو اسے پہنتے ہوئے چوڑیاں بار' بار کھنک اٹھتیں۔

ڈیڑھ بجنے والا تھا' اس نے ایک نظر گھڑی کو دیکھا اور پھر پرفیوم اسپرے کر کے خود کو باہر نکال لائی۔

ہمایوں ابھی تک نہیں آیا تھا۔ وہ بے چین سی لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ کبھی آویزے درست کرتی' کبھی چوڑیاں ٹھیک کرتی اور بار بار دروازے کو دیکھتی۔

دو بجنے والے تھے جب اس نے گاڑی کی آواز سنی۔ ایک دم اس کا دل زور' زور سے دھڑکنے لگا۔

یہ ہی طریقہ اسے "بہترین" لگا تھا' سو اس نے اسی کو اپنایا تھا۔

قدموں کی چاپ قریب ہوتی سنائی دی۔ وہ خوامخواہ گود میں دھرے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔ وہ نروس ہو رہی تھی اور وہ یہ جانتی تھی۔

دروازہ کھلا اور اسے ہمایوں کے بھاری بوٹوں کی چاپ سنائی دی۔ مگر نہیں' ساتھ میں نازک ہیل کی

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
- نئے بال اگاتا ہے۔
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
- ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

قیمت =/100 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہٰذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف =/100 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوا لیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ---------- =/250 روپے

3 بوتلوں کے لئے ---------- =/350 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 32735021

FIAZ AHMED & PDF Urdu Korner.com

ٹک ٹک بھی تھی۔
اس نے حیرت سے سر اٹھایا اور اگلے ہی پل زور کا جھٹکا لگا۔
ہمایوں اور آرزو آگے پیچھے اندر داخل ہو رہے تھے۔
وہ یونیفارم میں ملبوس تھا' ہاتھ میں ایک خاکی لفافہ تھا اور وہ آرزو سے بغیر کچھ سنے چلا آرہا تھا۔ وہ اس کے ہم قد' مسرور سی چل رہی تھی۔ وائٹ ٹراؤزر پہ پنک گھٹنوں تک آتی شرٹ' اور دوپٹہ ناپید' کمان کی سی پتلی ابرو زاور تیکھی نگاہیں۔
اسے سامنے بیٹھے' گردن اٹھائے خود کو دیکھتے' ان دونوں کے قدم ذرا سے سست ہوئے۔
چند لمحے وہ شدید صدمے کی حالت میں رہی تھی' مگر پھر سنبھل گئی۔
بظاہر سکون سے ان دونوں کو آتے دیکھا اور اسی سکون سے سلام کیا۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام۔" ہمایوں نے جواب دے کر ایک نظر آرزو کو دیکھا جو سینے پہ بازو باندھے تیکھی نگاہوں سے محمل کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں واضح استہزا تھا۔
"میں آپ کا انتظار کر رہی تھی ہمایوں! مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" وہ آرزو کو یکسر نظر انداز کیے سپاٹ لہجے میں ہمایوں سے مخاطب تھی۔
"مجھے بھی تم سے بات کرنی ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہتا اس کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھا' خاکی لفافہ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا۔
"ٹھیک ہے' آپ بتائیں۔"
وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے اور آرزو اسی طرح سینے پہ بازو لپیٹے اکھڑی اکھڑی سی کھڑی تھی۔ چند لمحے خاموشی حائل رہی۔ ہمایوں ہاتھ میں پکڑے خاکی لفافے کو دیکھتا رہا' جیسے کچھ کہنے کے لیے الفاظ تلاش کر رہا ہو۔ اس نے سر اٹھایا اور ان ہی سنجیدہ نگاہوں سے محمل کا چہرہ دیکھا۔
"میں شادی کر رہا ہوں۔"
ایک لمحے کو سکوت چھا گیا' مگر نہ آسمان گرا' نہ زمین پھٹی' نہ ہی کوئی طوفان آیا۔ اس نے بہت صبر سے اس کی بات سنی اور پھر سوالیہ ابرو اٹھائے۔ "تو؟"
"تو یہ کہ ہم دونوں کو الگ ہو جانا چاہیے۔ یہ لو۔" اس نے خاکی لفافہ محمل کی طرف بڑھایا' جسے اس نے دایاں ہاتھ بڑھا کر تھاما۔ دونوں لمحے بھر کو رکے' دونوں نے اس وقت خاکی لفافہ تھام رکھا تھا۔ مگر وہ بس ایک لمحے کا فسوں تھا۔ پھر ہمایوں نے ہاتھ کھینچ لیا اور محمل نے سفاکی سے لفافہ چاک کیا۔
"کیا ہے اس میں ہمایوں صاحب؟ کیا میرا طلاق نامہ ہے؟" اندر سے تہ شدہ کاغذ نکالتے ہوئے وہ بہت آرام سے بولی تھی۔ وہ خاموش رہا۔ محمل نے کاغذ کی تہیں کھولیں۔
وہ واقعی طلاق نامہ تھا۔ ہمایوں کے دستخط' محمل کا نام۔
نہ اس کے ہاتھ سے کاغذ پھسلا' نہ وہ چکرا کر گری۔
بس ایک نظر میں پورا صفحہ پڑھ ڈالا اور پھر گردن اٹھائی۔ لمحوں میں ہی اس نے سارے فیصلے کر لیے تھے۔
"اس پہلی طلاق کا شکریہ ہمایوں داؤد! جس عالم نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ تین طلاقیں اکٹھی دینا ایک قبیح عمل ہے۔ سو طلاق ایک ہی دینا بہتر ہے' تو اس نے یقیناً یہ بھی بتایا ہوگا کہ اب عدت کے تین ماہ میں اسی گھر میں گزاروں گی' کیا نہیں بتایا؟"
"مجھے معلوم ہے' تم تین ماہ ادھر رہ سکتی ہو' اس کے بعد میں شادی کر لوں گا۔" وہ کھڑا ہو گیا۔ محمل نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا جس کے بے وفا چہرے پہ کوئی پچھتاوا' کوئی ملال نہ تھا۔
"پوچھ سکتی ہوں' آپ دوسری شادی کس سے کر رہے ہیں؟"
ہمایوں نے ایک نظر سامنے کھڑی آرزو کو دیکھا اور پھر شانے جھٹکے۔
"یہ بتانا ضروری نہیں ہے۔ میں ذرا چینج کر کے آتا

ہوں۔" آخری فقرہ آرزو سے کہہ کر وہ تیزی سے اوپر سیڑھیاں چڑھتا گیا۔
وہ چند لمحے اسے اوپر جاتے دیکھتی رہی۔ زندگی میں پہلی بار اسے ہمایوں داؤد سے نفرت محسوس ہوئی تھی' شدید نفرت۔
"آپ تو ایج ہو کر بھی خوب بنی سنوری رہتی ہیں۔" آرزو کی طنزیہ آواز پہ اس نے چہرہ اس کی جانب موڑا۔
"اگر شکل اچھی ہو تو معذوری میں بھی اچھی ہی لگتی ہے' آرزو بی بی ورنہ لوگ تو گھنٹوں کی تراش خراش کے بعد بھی خوب صورت نہیں لگتے۔"
"پیچ پیچ۔ رسی جل گئی' بل نہیں گئے۔" وہ اس کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گئی۔ دائیں ٹانگ بائیں پہ چڑھائی اور بڑے استحقاق سے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا ہمایوں کا موبائل اٹھایا جو اس نے بیٹھتے ہوئے ادھر رکھا تھا۔
وہ خاموش رہی۔
"میں نے تم سے کہا تھا نا محمل! مجھے اس سے پیار ہو گیا ہے' لو ایٹ فرسٹ سائٹ' میں اسے حاصل کر ہی لوں گی۔"
"اور میں نے بھی تب کہا تھا آرزو! کہ تم خدا نہیں ہو جو ہر چیز تمہاری مرضی سے ہو۔ آج وہ تمہارے لیے مجھے چھوڑ رہا ہے' کل کو کسی اور کے لیے تمہیں بھی چھوڑ دے گا' تب میں تمہاری آہیں سننے ضرو آؤں گی۔"
آرزو بے اختیار محظوظ سی ہنس پڑی۔
"جیلس ہو رہی ہو' ہے نا؟"
اس کا انداز محمل کے اندر آگ لگا گیا' مگر اس نے وہ آگ چہرے پہ نہ آنے دی۔ وہ بہت کمال ضبط کا وقت تھا۔
"تمہارے پاس ایسا کچھ بھی نہیں ہے' جس سے میں جیلس ہوں۔ رہا ہمایوں' تو تم شوق سے اسے لے لو' مجھے گھنگتی مٹی کے اس پتلے کا کیا کرنا ہے' جس میں وفا ہی نہ ہو۔"
"تمہاری اکڑ ابھی تک نہیں گئی محمل۔"
"اور میری یہ اکڑ جائے بھی نہیں' تمہیں کیا لگتا ہے' محمل' ہمایوں کے بغیر مر جائے گی؟ ہونہہ۔" اس نے تلخی سے سر جھٹکا۔ "میں سات سال کوما میں پڑی رہی' تب میرے پاس ہمایوں نہیں تھا' میں تب بھی نہیں مری' تو اب اس کے بغیر کیوں مروں گی؟ خیر' اگر تم نے بیٹھنا ہے تو بیٹھو' کھانے پینے آئی ہو تو سامنے کچن ہے' ویسے بھی دوسروں کے مال کھانے کی تمہاری خاندانی عادت ہے اور ہمایوں کی خیرات کرنے کی۔ جو کھانا ہو' کھا لینا' نیک کیئر۔"
اس نے دانستہ السلام علیکم کہنے سے احتراز برتا۔ کم از کم اس وقت وہ آرزو پہ سلامتی نہیں بھیج سکتی تھی اور وہیل چیئر کا رخ اپنے کمرے کی طرف موڑ دیا۔
تہ شدہ زرد کاغذ ادھ کھلا اس کی گود میں دھرا تھا۔
اسے آرزو کے بڑبڑانے' اٹھنے اور سیڑھیاں چڑھنے کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ اب کچھ دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کا گھر تاش کے پتوں کی طرح بکھر چکا تھا۔ اب کچھ باقی نہیں رہا تھا۔
کمرے میں آکر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ لاک نہیں لگایا' اب کس کو ادھر آنا تھا بھلا؟ سب کچھ بکھر گیا تھا۔
وہ وہیل چیئر کے پہیوں کو دونوں ہاتھوں سے گھسیٹتی سنگھار میز کے سامنے لائی۔ کمرے کی بتی بجھی تھی۔ کھڑکی کے آگے پردہ گرا تھا' کہیں درزوں سے زرد سی روشنی جھانک رہی تھی' جس سے کمرے میں نیم اندھیرا سا تھا۔
وہ اس نیم تاریک ماحول میں اپنا عکس آئینے میں دیکھے گئی۔
ہر شے اجڑ گئی تھی' سب ختم ہو گیا تھا۔ راکھ کا ڈھیر لگا تھا اور اس میں کوئی چنگاری نہیں بچی تھی۔
اپنے عکس کو دیکھتے اس کا دل چاہا' وہ کانوں سے آویزے نوچ پھینکے' نازک سا ہار اتار کر دیوار پہ مارے' چوڑیاں توڑ دے۔ زور' زور سے چلائے' دھاڑیں مار

FIAZ AHMED
FREE PAKISTANI NOVELS

مار کر روئے۔
اس نے ہاتھ آویزوں کی طرف بڑھایا ہی تھا کہ دفعتاً" نیم تاریک کمرے میں ایک مدھم سی آواز ابھری۔
"آنکھ آنسو بہاتی ہے۔
اور دل غمگین ہے۔
مگر ہم زبان سے وہ ہی کہیں گے جس پہ ہمارا رب راضی ہو۔"
آویزے کو پکڑے اس کا ہاتھ بے دم سا نیچے گر گیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا صبر' صدمے کی پہلی چوٹ پہ ہوتا ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ جو شخص گریبان چاک اور رخساروں پر طمانچے مارے اور جاہلیت کی طرح بین (نوحہ) کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔
اس نے سر وہیل چیئر کی پشت سے ٹکا دیا اور آنکھیں موند لیں۔ قطرہ قطرہ آنسو بند آنکھوں سے نکلنے لگے۔ وہ بے آواز روتی رہی' بلکتی رہی۔ اندھیرے کمرے میں بیٹھی ایک معذور' کمزور لڑکی جو بے آواز روتے ہوئے بس ایک ہی لفظ بار بار دہرائے جا رہی تھی۔
"یارب المستضعفین ـــ اے کمزوروں کے رب ـــ اے کمزوروں کے رب۔"
دوپہر دم توڑ گئی' شام ڈوب گئی اور ہر سو رات چھانے لگی۔ جانے رات کا کون سا پہر تھا جب کسی نے دروازے پہ دستک دی اور پھر چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ وہ کھلتا چلا گیا۔
اس نے گردن موڑ کر نہیں دیکھا۔ اسے اب کوئی خوش فہمی نہیں تھی کہ ہمایوں کبھی اس کے پاس آئے گا۔
قدموں کی چاپ سنائی دی اور ایک ہیولا سا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔
"محمل!" وہ فرشتے کی آواز تھی۔
وہ چپ چاپ' آنکھیں چھت پہ جمائے بیٹھی رہی۔
"محمل! کیا ہوا ہے' ایسے کیوں بیٹھی ہو؟"
چند لمحے کی خاموشی کے بعد اس کی متفکر سی آواز ابھری۔
"محمل! تم ٹھیک ہو؟"
اس نے دھیرے سے چہرہ اٹھایا اور متورم آنکھوں سے اندھیرے میں کھڑی فرشتے کو دیکھا۔ اس نے سیاہ جوڑا پہن رکھا تھا سیاہ دوپٹے کے ہالے میں مقید اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔
"محمل!"
"ہمایوں نے مجھے طلاق دے دی ہے۔" وہ دھیرے سے بولی تو آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی۔
کتنے ہی پل ماحول پہ سکتہ سا چھایا رہا۔
"کب؟"
"آج دوپہر میں' میں عدت اس گھر میں پوری کروں گی' پھر اس کے بعد میں چلی جاؤں گی اور وہ شادی کرلے گا۔" اس نے رخ فرشتے سے موڑ لیا' تاکہ وہ اس کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔
"آئی ایم ویری سوری محمل۔" وہ متاسف کھڑی تھی۔ تم عدت کے بعد کہاں جاؤ گی؟"
"اللہ کی دنیا بہت وسیع ہے' کہیں بھی چلی جاؤں گی۔"
"کیا تم خود کو اتنا اسٹرونگ فیل کرتی ہو کہ حالات کا مقابلہ کرلو گی؟"
"ہاں' میں کرلوں گی' آپ جائیں' مجھے اکیلا چھوڑ دیں پلیز۔"
فرشتے نے سمجھ کر سر ہلایا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ دروازے کے بند ہونے کی آواز پہ اس نے چہرہ واپس موڑا۔
کمرہ پھر سے سنسان ہو گیا تھا' وہ جا چکی تھی۔
وہ رات بہت عجیب رات تھی۔ محمل نے اتنی ویران رات کبھی نہیں گزاری تھی۔ تب بھی نہیں جب وہ مسجد کی دیوار پھلانگ رہی تھی۔ تب بھی نہیں جب اسے اس کی جائیداد اور گھر سے محروم کر کے باہر نکال دیا گیا تھا۔ تب بھی نہیں جب اس کی ماں مری

تھی اور تب بھی نہیں جب وہ سات سال بعد کومے سے جاگی تھی۔ ایسی رات پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔
وہ وہیل چیئر کی پشت سے سر ٹکائے نم آنکھوں سے چھت کو دیکھتی رہی۔ پردوں سے چھن چھن کر اندر آتی چاندنی میں پردے یوں چمک رہے تھے جیسے چاندی کے ورق ہوں۔
زندگی ایک دم گویا ختم سی ہو گئی تھی۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ اس کے پاس آگے چلنے کو کوئی امید نہ رہی تھی۔ ہمایوں اس کا نہیں رہا تھا' تیمور اس کا نہیں رہا تھا' نہ کسی رشتہ دار کا آسرا تھا اور رہی فرشتے تو وہ اس کے جانے کے بعد مسجد شفٹ ہو جاتی۔ وہ کب تک فرشتے کو اپنی وجہ سے پابند رکھتی؟
وہ بھری دنیا میں اکیلی رہ گئی تھی۔ اس کا کوئی نہیں تھا۔ کوئی نہیں' کوئی نہیں' کوئی نہیں۔
رات یوں ہی خاموشی سے بیتتی گئی۔ وہ اسی طرح برف کا مجسمہ بنی وہیل چیئر پہ پڑی رہی۔ پردوں کی چمک ختم ہوتی گئی اور کمرے میں مہیب گھپ اندھیرا چھا گیا۔
اسے اس اندھیرے سے خوف آنے لگا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تاریکی میں دیکھنے کی سعی کرنے لگی اور تب ہی کھڑکی کے کناروں میں صبح کاذب کی نیلاہٹ ابھرنے لگی۔
دور کہیں فجر کی اذانیں بلند ہو رہی تھیں۔
اس کے برف بنے وجود میں پہلی بار جنبش ہوئی۔ اس نے اپنے سن ہوتے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور پہیوں کو آگے کی طرف گھسیٹا۔ شیلف پہ ایک طرف وضو کے پانی کا برتن رکھا تھا۔
محمل نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو کوئی دعا ذہن میں ہی نہ آئی' بس ایک وہ ہی لفظ۔
"اے کمزوروں کے رب!" لبوں پہ اترا۔ اس نے کئی بار اسے دہرایا' آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے تو اس نے آمین کہہ کر چہرے پہ ہاتھ پھیر لیے۔
کمرے میں ہلکی ہلکی نیلاہٹ اترنے لگی تھی۔ وہ وہیل چیئر کو شیلف کے قریب لائی' جہاں ٹیپ ریکارڈر اور ساتھ کیسٹوں کا ڈبہ رکھا تھا۔ اس نے بنا دیکھے ایک کیسٹ لگائی اور ٹیپ میں ڈال کر پلے کا بٹن دبایا۔
کہیں درمیان سے تلاوت شروع ہو گئی تھی۔
"اور کس کی بات اس شخص کی بات سے زیادہ اچھی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے؟"
وہ حیرت سے چونکی' یہ آیت تو پرسوں اس نے پڑھی تھی' پھر یہ ہی کیوں لگ گئی؟
"اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتیں۔"
وہ حیران سی سن رہی تھی۔ اللہ اسے یہ آیات پھر سے کیوں سنوا رہا تھا؟ یہ آیات تو گزر چکی تھیں' پھر دوبارہ کیوں؟
"برائی کو اس طریقے سے دور کرو جو بہترین ہو؟"
قاری صاحب کی آواز پڑھتے ہوئے بھرا گئی تھی۔
وہ الجھ سی گئی۔ اللہ اسے کیوں پھر سے وہ ہی بات بتا رہا تھا؟ وہ شخص تو اب سارے تعلق کاٹ چکا تھا' اب تو کوئی امید باقی نہیں رہی تھی' پھر کیوں اسے برائی کو بہترین طریقے سے دور کرنے کو کہا جا رہا تھا؟
وہ میرا کلیم (جاں نثار دوست) نہیں بن سکتا اللہ تعالیٰ! اس نے مجھے طلاق دے دی ہے' وہ مجھے تین ماہ بعد گھر سے نکال دے گا۔ اب تو درمیان کا کوئی راستہ نہیں رہ گیا' پھر آپ کیوں مجھے اس عداوت کو دور کرنے کا کہہ رہے ہیں؟ وہ ایک دم رو پڑی تھی۔
پردوں کے دوسری طرف سے روشنی جھانکنے لگی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر پردے ہٹا دیے۔
باہر لان میں صبح اتر رہی تھی۔ گہری سیاہ رات کے بعد اترتی صبح۔
"برائی کو اس طریقے سے دور کرو جو بہترین ہو۔"
گھاس پہ تیمور بیٹھا تھا۔ نیکر شرٹ میں ملبوس سوئی سوئی آنکھیں لیے وہ گھاس پہ بیٹھی بلی کی کمر پہ پیار سے ہاتھ پھیر رہا تھا۔ شاید اس کے ہاتھ میں کچھ تھا جو وہ بلی کو کھلانے لایا تھا۔
"پھر دفعتاً" وہ شخص ـــ"
"پھر دفعتاً" وہ شخص۔"

FIAZ AHMED
Friends Komplex.com

Scan & PDF
HAZ AHMED
Friends Korner.com

"پھر دفعتاً" وہ شخص۔"

قاری صاحب کی آواز اور اس کی سوچیں آپس میں گڈمڈ ہو رہی تھیں۔

تیمور اب بلی کے منہ میں روٹی کا ٹکڑا ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت ہے۔"

وہ الفاظ کمرے کی دیواروں سے ٹکرا رہے تھے۔

وہ بنا پلک جھپکے تیمور کو دیکھ رہی تھی۔ اس اترتی نیلی صبح میں اس پہ اچانک سے کچھ آشکار ہوا تھا۔ "وہ شخص۔" ہمایوں نہیں تھا، نہیں تھا، نہیں تھا۔

"وہ شخص"۔ تیمور تھا۔

اس کا بیٹا، اس کا خون، اس کے جسم کا ٹکڑا، کیا وہ اس کا حمیم (جاں نثار دوست) بن سکتا تھا؟ کیا واقعی؟ کیا وہ ایسی قسمت والی ہے؟ کیا ایسا ممکن ہے؟

وہ ایک نئی آگہی کے احساس کے ساتھ حیرت میں گھری بیٹھی تھی۔

تیمور اب روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے سامنے گھاس پہ ڈال رہا تھا، بلی لپک کر آگے گئی اور گھاس پہ منہ مارنے لگی۔

☼ ☼ ☼

بلقیس کرسی پہ چڑھی، اوپر بنے کیبنٹ کو کھولے کھڑی تھی، جبکہ وہ سامنے وہیل چیئر پہ بیٹھی، گردن اوپر اٹھائے اسے ہدایات دے رہی تھی۔ اس کے اور ہمایوں کے ٹوٹے تعلق کی بات ابھی ملازموں تک نہیں پہنچی تھی۔

"بلیو کلر کا ویلوٹ کور کا البم ہوگا، سائیڈ پہ دیکھو۔"

"یہ والا بی بی؟" اس نے ایک البم نکال کر وہیں سے لہرایا۔

"یہ مہرون ہے بلقیس، میں بلیو کہہ رہی ہوں، نیلا آسمانی رنگ۔" وہ اس البم کی تلاش میں اسٹڈی کے کئی دراز اور شیلف چھنوا چکی تھی۔ اب اوپر والے کیبنٹس کی باری آئی تھی۔

"ایک منٹ جی۔" اسے شاید کچھ نظر آیا تھا، کچھ دیر اندر سر گھسائے ہاتھ مارتی رہی، پھر کہیں پیچھے سے کھینچ کر البم نکالا۔

"یہ ہی ہے، لاؤ مجھے دو۔" اس نے سکون کی گہری سانس اندر کو کھینچی۔

"یہ لیں جی۔" بلقیس نے ننگے پاؤں زمین پہ رکھے، اور البم اس کو تھما کر چپل اڑسنے لگی۔ "میں ذرا ہانڈی دیکھ لوں۔"

"ہاں جاؤ۔" اس نے البم دونوں ہاتھوں میں لیا، اس پہ جمی گرد جھاڑی اور پہلا صفحہ کھولا۔

یہ آغا ہاؤس میں کھینچی گئی ملی جلی تصاویر کا البم تھا۔ جب وہ اپنی شادی کے سال بعد آغا ہاؤس گئی تھی تو واپسی پہ اپنی کچھ دوسری چیزوں کے ہمراہ اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ اس میں زیادہ تصاویر اس کی اپنی تھیں۔ کہیں وہ تیرہ سال کی تھی تو کہیں انیس سال کی۔ کچھ تصاویر خاندان میں ہونے والی شادیوں کی بھی تھیں، وہ محو سی ان کو دیکھتی صفحے پلٹنے لگی۔

معلوم نہیں یہ سب لوگ اب کدھر تھے۔ سوائے آرزو کے، کسی کا کچھ پتا نہیں تھا اور آرزو سے ان کا پتا وہ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ ویسے بھی اس روز کے بعد آرزو ادھر نہیں آئی تھی۔ ہاں ہر شام ہمایوں کہیں باہر نکل جاتا تھا۔ ایک دفعہ پوچھنے پہ بلقیس نے بتایا تھا کہ وہ کسی "دوست" کے ساتھ اس وقت شام کی چائے پیتے ہیں اور دوستی کا ایک نظارہ تو وہ اس روز مرکز کے ریسٹورنٹ میں دیکھ ہی چکی تھی۔ سو اب مزید کریدنے کی حاجت نہیں رہی تھی۔

اور رہے یہ لوگ تو ان کی تصویریں دیکھتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح یہ ہی سوچ رہی تھی کہ ان کا کیا بنا؟ کیا وہ ابھی تک بے مہار گھوم رہے ہیں یا اللہ نے ان کی رسی کھینچی؟ ظلم اور والدین کی نافرمانی تو دو ایسے گناہ ہیں جن کی سزا دنیا میں بھی لازماً ملتی ہے، تو کیا ان کو سزا ملی؟ کیا ان کو احساس ہوا؟ اور سب سے بڑھ کر کیا اس شخص کو سزا ملی جو اس وقت اس کے سامنے تصویر میں مسکرا رہا تھا؟

آغا فواد کریم' آغا جان کا ولی عہد' جس نے اس کو بکاؤ مال بنایا' بلیک میل کر کے تمام جائیداد اپنے نام لکھوائی اور پھر اس کی گردن پہ پستول رکھ کر فرشتے کو دھمکایا' گھر سے نکلوایا اور بعد میں جانے وہ ہمایوں کو آکر کیا کہہ گیا تھا کہ ہمایوں اس کی شکل دیکھنے کا روادار نہ رہا تھا۔

"ہانڈی نہیں لگی تھی' شکر مالک کا۔" بلقیس تیزی سے واپس اندر داخل ہوئی تھی' اس نے خیالات سے چونک کر سر اٹھایا۔

"ہائے کتنے سوہنے فوٹو ہیں' یہ آپ کے گھر والوں کے ہیں جی؟" وہ کھلے البم کو دیکھ کر اشتیاق سے اس کے کندھے کے ساتھ کھڑی ہو گئی اور سر جھکائے دیکھنے لگی۔

"ہاں' میرے رشتہ دار ہیں۔" اس نے صفحہ پلٹا۔ اگلے صفحے پہ آرزو اور فواد' تائی اماں کے ساتھ کھڑے تھے۔ یہ خاندان کی کسی شادی کا فوٹو تھا۔

"یہ تو وہ ہیں!" بلقیس گویا حیرت زدہ رہ گئی۔

تب اسے یاد آیا' بلقیس نے ہی تو اسے فواد کے آنے کا بتایا تھا' شاید وہ اسے پہچان گئی تھی۔

"یہ آپ کی رشتہ دار ہیں جی؟ یہ تو ادھر آتی رہتی ہیں۔ کمال ہے' مجھے پتا ہی نہیں تھا۔"

"کون؟ یہ لڑکی؟" اسے حیرت ہوئی وہ تو سمجھی تھی کہ بلقیس فواد کی بات کر رہی ہے۔

"ہاں جی' یہ آرزو بی بی!" اس نے آرزو کے چہرے پہ انگلی رکھی۔

"ہاں' یہ میری کزن ہے اور یہ ساتھ فواد ہے جو ہمایوں کے پاس آیا تھا۔"

"آیا ہو گا جی۔" وہ ابھی تک اشتیاق سے آرزو کے کپڑے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انداز میں ذرا سی لاپروائی تھی۔ یک دم محمل کو کچھ کھٹکا۔ اسے لگا وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہے۔

"بلقیس' یہ وہ ہی بندہ ہے جو اس روز ہمایوں کے پاس آیا تھا' جب ہمایوں نے فرشتے کو ڈانٹا تھا؟" اس نے البم ذرا اس کے قریب کیا۔ "تمہیں یاد ہے تم نے مجھے بتایا تھا؟"

"نا جی' یہ تو کبھی نہیں آیا۔"

"یہ۔۔۔ یہ کبھی نہیں آیا؟" اسے جھٹکا لگا تھا۔ "تو پھر وہ کون تھا؟"

"پتا نہیں جی' کوئی آپ کا رشتہ دار تھا۔ آپ کے چچا' تایا کسی کا بیٹا تھا۔"

"میرے چچا کا بیٹا؟ ایک منٹ' یہ۔۔۔ یہ دیکھو۔" وہ جلدی جلدی البم کے صفحے پیچھے کو پلٹنے لگی۔ پھر حسن کی تصویر پہ رکی۔

"یہ تھا؟"

"نہیں جی' یہ تو بڑا بابو لوگ ہے بی بی' وہ تو عمر میں کم تھا۔"

"کیا مطلب کم تھا؟" وہ الجھی۔ بلقیس متذبذب سی کھڑی تھی' جیسے اپنی بات صحیح نہ پہنچا پا رہی ہو۔

"اچھا' یہ تو نہیں تھا؟" اس نے ساتھ لگی وسیم کی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ بلقیس پہلے نا جی میں سر ہلانے لگی' پھر یک دم رک گئی اور چہرہ جھکا کر غور سے تصویر کو دیکھا۔ کافی دیر وہ تصویر کو بغور دیکھے گئی۔

"ہاں جی یہ والا تھا' یہ ہی تھا۔"

تو کیا وسیم؟ وہ ابھی حیران بھی نہ ہو پائی تھی کہ بلقیس نے معیز کی شکل پہ انگلی رکھی جو تصویر میں وسیم کے ساتھ کھڑا تھا۔ یہ سدرہ کی منگنی کی تصویر تھی۔

"معیز؟ وہ معیز تھا؟ معیز آیا تھا؟" وہ ششدر رہ گئی۔

"یہ ہی تھا بی بی' مجھے اچھی طرح یاد ہے' ابھی ذرا بچہ لگ رہا ہے' مگر یہ شاید پرانی تصویر ہے جی' جب ادھر آیا تھا تو اس سے بڑا تھا' میں بھیگ رہی تھیں' قد بھی اونچا لمبا تھا' میں آپ کو کہہ رہی تھی نا کہ عمر میں کم تھا۔"

اور وہ تو ایسی دم بخود بیٹھی تھی کہ کچھ کہہ ہی نہ سکی۔ تصویر میں معیز بارہ سال کا تھا' اب بیس کا ہو گا اور جب وہ ادھر آیا تھا تو یقیناً" سترہ برس کا تھا۔ مگر وہ کیوں آیا؟ وہ کیوں ہمایوں سے لڑا؟ وہ دونوں کیوں بلند آواز میں جھگڑتے رہے؟

بہت سے سوال تھے جن کے جواب اسے معلوم نہ

تھے۔ بلقیس سے پوچھنا بے کار تھا۔ اس نے پہلے جب اس کے کزن کا ذکر کیا تھا تو ایسے تعظیم سے ان اور وہ آئے۔ جیسے الفاظ استعمال کیے تھے کہ وہ بالکل غلط سمجھ بیٹھی۔ مگر خیر' بلقیس کا قصور نہیں تھا اور پتا نہیں کس کا قصور تھا۔

اس نے بے دلی سے البم بند کیا اور میز پہ رکھ دیا۔

☼ ☼ ☼

چمکیلی صبح برآمدے پہ پھسل رہی تھی۔ بلقیس پائپ لگائے سفید سنگ مرمر کا چمکتا برآمدہ دھو رہی تھی۔

وہ صبح ناشتے کا وقت تھا۔ ہمایوں کو اس کے کمرے میں ناشتا دے کر بلقیس اب ادھر مصروف تھی۔ تیمور کدھر تھا' اسے کچھ پتا نہیں تھا' وہ آج اپنی فجر کی تلاوت نہیں کر سکی تھی اور اب ادھر وہیل چیئر پہ بیٹھ کر وہ ہی کرنا چاہا رہ رہی تھی' مگر بار بار دھیان بٹ جاتا تھا۔

بلقیس پائپ اٹھائے برآمدے سے نیچے اتر گئی۔ اب وہ ڈرائیو وے پہ پانی ڈال رہی تھی۔ برآمدے کے فرش پہ کہیں کہیں پانی چمک رہا تھا۔

دفعتاً" دروازہ کھلا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

ہمایوں عجلت بھرے مصروف انداز میں کف بند کرتا باہر آرہا تھا۔ اس نے محمل کو ادھر بیٹھے دیکھا یا نہیں' اس کے بے نیاز انداز سے یہ پتا لگانا مشکل تھا۔ وہ سیدھا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

بلقیس نے جھاڑو اٹھائی اور بھاگ کر پائپ ڈرائیو وے سے ہٹایا۔ چوکیدار جو گھاس کاٹ رہا تھا' پھرتی سے آگے بڑھا اور گیٹ کے دونوں پٹ کھول دیے۔

وہ گاڑی میں بیٹھا' زور سے دروازہ بند کیا اور پیچھے دیکھتے ہوئے گاڑی نکال کر لے گیا۔

گیٹ کے دونوں پٹ کھلے رہ گئے۔ چوکیدار نے ابھی انہیں بند نہیں کیا تھا' وہ واپس درانتی اٹھائے گھاس کی طرف آگیا تھا۔

بلقیس پھر سے پائپ کا فوارہ سفید بجری کے ڈرائیو وے پہ ڈالنے لگی۔ وہ سر جھٹک کر اپنی آیات کی طرف متوجہ ہوئی۔

مگر پھر پڑھتے پڑھتے نگاہ پھسلی' پہلے ناخنوں کے کناروں کو دیکھا' پھر ہاتھوں کو' پھر ان سے ہوتی ہوئی پیروں پہ جا ٹکی اور پھر سے پائپ کے پانی کی طرف بھٹک گئی۔

کھلے گیٹ کے اس پار سامنے والوں کا گیٹ بھی کھلا نظر آرہا تھا۔ وہ بے دھیانی میں کسی سوچ میں گم ادھر دیکھے گئی۔ سامنے والوں کے گیٹ کے پاس ایک لڑکی کھڑی تھی' اس کے کندھے پہ پیارا سا پھولے پھولے گالوں والا بچہ تھا۔ ساتھ ہی گاڑی کا دروازہ کھولے ایک گڈ لکنگ سا آدمی مسکرا کر انہیں کچھ کہہ رہا تھا۔ لڑکی ہنس رہی تھی' پھر وہ آدمی جو غالباً" اس کا شوہر تھا' گاڑی میں بیٹھ گیا اور لڑکی بچے کا ہاتھ پکڑ کر بائے بائے کے انداز میں گاڑی کی طرف ہلانے لگی۔ بچہ قلقاریاں مار رہا تھا۔ آدمی نے مسکرا کر ہاتھ ہلایا اور گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

ایک مکمل اور خوب صورت فیملی۔

وہ چپ چاپ ان تینوں کو دیکھے گئی' یہاں تک کہ گاڑی خراٹے بھرتی سڑک پہ آگے نکل گئی اور لڑکی بچے کو کندھے سے لگائے گیٹ بند کرنے لگی۔

اس نے ہولے سے سر جھٹکا اور اپنی خاموش' بالکل خاموش نظریں واپس قرآن پہ جھکا دیں اور پڑھا کہ آگے کیا لکھا ہوا تھا۔

"اس کی طرف مت دیکھا کرو جو ہم نے دوسرے جوڑوں کو عطا کیا ہے۔"

محمل نے بے اختیار ٹھنڈی سانس لے کر سر اٹھایا۔ پھر ادھر ادھر گردن گھمائی' بلقیس اپنے کام میں مگن تھی اور چوکیدار اپنے کام میں' وہاں کسی نے اس کی ایک لمحے کی وہ نظر نہیں پکڑی تھی۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر۔

اس نے ذرا سی گردن اوپر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔

مگر کوئی تھا جو اس کی لمحے بھر کے لیے بھٹکی نگاہ بھی پکڑ لیتا تھا اور کسی دوسرے کو بتاتا بھی نہیں تھا۔ خاموشی سے اسے تنبیہہ کر دیتا تھا۔ سمجھا دیتا تھا' بہت احسان تھے اس کے اس پر' وہ تو شکر بھی ادا نہیں کر سکتی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

تھی۔

"بلقیس! آج کون سا دن ہے؟" ایک دم اسے خیال آیا تو اسے پکارا۔

"جمعہ ہے جی۔" وہ اب پائپ بند کر کے اسے سمیٹ رہی تھی۔

"اوہ اچھا۔" اسے یاد آیا' آج تو سورۂ کہف پڑھنی تھی۔ جانے وہ کیسے بھول گئی' وہ خود کو سرزنش کرتی قرآن کے صفحے پلٹنے لگی۔

چوکیدار گیٹ بند کر کے اپنے کوارٹر میں چلا گیا تھا اور بلقیس اندر' وہ برآمدے میں تنہا رہ گئی تھی' پہلے قرآن سے پڑھنے کا سوچا' مگر سورۂ کہف یاد تھی ہی سو قرآن میز پہ رکھا اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

کبھی کبھی اس کو لگتا تھا کہ اس کی زندگی مصحف قرآنی کے گرد ہی گھومنے لگی ہے۔ اس کا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس میں اس کا کردار نہ ہو۔ ہر لمحے' ہر وقت وہ قرآن کو اپنے ساتھ رکھتی تھی۔ اب اس کے بغیر اس کا گزارہ بھی نہ تھا۔

آنکھیں موندے وہ بسم اللہ پڑھ کر سورۂ کہف پڑھنے لگی۔

اس ٹھنڈی صبح میں ہر طرف خاموشی اور میٹھی سی چاشنی چھا گئی تھی۔ وہ آنکھیں موندے اپنی تلاوت کر رہی تھی۔

"ام حسبت ان اصحب الکہف ۔۔۔"

"والرقیم۔۔۔"

ابھی اس نے نویں آیت "اصحب الکہف" تک ہی پڑھی تھی کہ کسی نے اگلا لفظ "والرقیم" پڑھ دیا۔ اس کے ہلتے لب رک گئے۔ بہت حیرت سے چونکتے ہوئے اس نے آنکھیں کھولیں۔

سامنے کھلے دروازے میں تیمور کھڑا تھا۔

اپنے نائٹ سوٹ میں ملبوس' کچی نیند سے خمار آلود آنکھیں لیے وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ سانس روکے اسے دیکھے گئی۔

چند لمحوں کے لیے سارے میں سناٹا چھا گیا۔ وہ دونوں بنا پتلیوں کو حرکت دیے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

اور پھر اسی طرح تیمور کی بھوری آنکھوں کو نگاہوں میں لیے اس نے ہولے سے لب کھولے اور پھر سے وہ آیت دہرائی۔

"ام حسبت ان اصحب الکہف ۔" وہ دانستہ رکی تو تیمور کے ننھے سرخ ہونٹ حرکت کیے۔

"والرقیم۔"

"کانو من اٰیتنا عجبا" اس نے اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیے آیت مکمل کی۔

تیمور اسی طرح ساکت سا مجسمے کی طرح کھڑا تھا جیسے برآمدے اور لان میں مبہوت ہوتی مخلوق کا حصہ ہو۔

"ادھر آؤ۔" وہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ وہ کسی معمول کی طرح آہستہ سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے قریب آیا۔

اس نے اس کے ہاتھ تھامنے کو دونوں ہاتھ بڑھائے اور کسی سحر زدہ شخص کی طرح تیمور نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اس کے ہاتھوں میں دے دیے۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ اصحب الکہف کے بعد والرقیم آتا ہے؟"

وہ خاموش کھڑا رہا جیسے اسے خود بھی نہ معلوم ہو۔

"تمہیں سورۃ کہف آتی ہے؟" نرمی سے اس کے ہاتھ تھامے مخمل نے پوچھا تو۔

اس نے آہستہ سے سر کو نفی میں ہلایا۔

"پھر تمہیں کیسے پتا چلا؟"

"It...it just slipped" (میرے منہ سے نکل گیا) وہ اٹک' اٹک کر بول رہا تھا۔ آنکھیں ابھی تک مخمل کے چہرے پہ جمی تھیں۔

اسے یاد تھا کہ تیمور کی پریگننسی میں وہ ہر جمعہ کو یوں ہی بیٹھ کر آنکھیں موندے بلند آواز میں سورۂ کہف پڑھا کرتی تھی' تاکہ وہ جنم لینے سے قبل ہی قرآن کا عادی ہو اور شاید وہ واقعی عادی ہو گیا تھا اور شاید

سات سال بعد اس نے یہ آواز سنی تھی۔

"تمہیں اور سورتیں آتی ہیں؟"

اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔ وہ اپنے ہاتھ ابھی تک مخمل کے ہاتھوں میں دیے کھڑا تھا۔

"تمہیں قرآن پڑھنا آتا ہے؟"

اس نے اثبات میں گردن کو جنبش دی۔

"مسجد جاتے ہو یا کہیں اور سے سیکھا ہے؟"

"گھر پہ قاری صاحب لگوائے تھے ڈیڈی نے۔"

"کتنی دفعہ قرآن ختم کیا ہے؟"

"ٹوٹا ٹائمز۔"

"کیا قاری صاحب کا قرآن بھی یوں ہی سنا کرتے تھے جیسے میرا سنتے ہو؟"

"نہیں۔ وہ بالکل اچھا نہیں بولتے تھے۔"

"اور میں؟"

"آپ۔۔۔ آپ اچھا بولتی ہو۔" وہ اب بھی اٹک' اٹک کر بول رہا تھا۔

"اور فرشتے کا اچھا لگتا ہے؟"

"She never reads" (وہ کبھی نہیں پڑھتیں۔)

وہ recite (تلاوت) کو read (پڑھنا) کہہ رہا تھا' مگر وہ وقت اس کی غلطی نکالنے کا تھا' نہ ہی یہ بتانے کا کہ وہ کون سا تمہارے سامنے پڑھتی ہو گی' وہ لمحے تو بہت خاص تھے' ان کو ضائع نہیں کرنا تھا۔

"تم ایسا پڑھ سکتے ہو؟"

"نو!" اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

"پڑھنا چاہتے ہو؟"

وہ خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

مخمل نے آہستہ سے اس کے ہاتھ چھوڑے۔

"چلو' کل صبح پھر پڑھیں گے۔" اور سر وہیل چیئر کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ اس نے سوچا کہ اسے کھلا چھوڑ دے۔ اگر وہ اس کا ہوا' تو واپس آجائے گا' نہ ہوا تو نہیں آئے گا۔

کافی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو تیمور ادھر نہیں تھا۔ فرش کا پانی سوکھ چکا تھا۔ چڑیاں اڑ گئی تھیں۔ سرخ کیڑے اپنے بلوں میں جا چکے تھے۔ چیونٹیاں بکھر گئی تھیں' سفید بلی بھی واپس چلی گئی تھی۔

"اور اللہ کی طرف بلانے والی بات سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے بھلا۔"

اس نے بے اختیار سوچا تھا۔ دشمن کو دوست بنانے کا "احسن" طریقہ تو اسی آیت میں دے رکھا تھا' اس کی سمجھ میں ذرا دیر سے آیا تھا۔

☆ ☆ ☆

اگلی صبح وہ لان میں پہلے سے موجود تھی۔ لان میں لاؤنج کی کھڑکی کھلتی تھی اور اس کے سامنے تیمور کا کمرا تھا۔ آواز کا راستہ صاف اور کھلا تھا۔

پچھلا پورا دن اس نے دانستہ تیمور کا سامنا نہیں کیا۔ وہ بھی کمرے سے باہر نہیں نکلا۔ اس کی غالباً" چھٹیاں تھیں' سو آج کل گھر پہ ہی ہوتا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ کل قرآن سنا کر اس نے تیمور کو ذہنی طور پہ ڈسٹرب کر دیا ہے۔ اگر وہ واقعی قرآن کی چاہ رکھتا ہے تو اس کے اندر مزید سننے کی خواہش ضرور بھڑکے گی اور وہ خود ہی چل کر آئے گا۔ اس نے تو ماہ اسے قرآن سنایا تھا۔ وہ سات سالوں میں اسے کیسے بھول سکتا تھا؟

بلقیس نے اسے لان میں ہی ٹیپ ریکارڈر سیٹ کر کے دے دیا تھا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ تیمور جاگ چکا ہے یا ابھی سو رہا ہے' پھر بھی اس نے پلے کا بٹن دبایا اور آواز اونچی کر دی۔

قاری المشاری کی سورۂ کہف چلنے لگی تھی۔ گو کہ قاری حضرات اور بھی بہت اچھے تھے۔

مگر جو بات قاری مشاری کے دھیمے' پرسوز انداز میں تھی' وہ اسے دنیا میں کہیں نہیں ملی تھی۔ اور سورۂ کہف تو شروع ہوتی اور اس کے آنسو بہنے لگتے تھے۔

پہلا رکوع ابھی ختم ہی نہیں ہوا تھا کہ برآمدے کا دروازہ کھلا اور تیمور بھاگتا ہوا برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر گھاس پہ آیا۔ پھر اسے بیٹھے دیکھ کر اس کے قدم سست پڑ گئے۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

وہ کہنیوں تک آستینیں فولڈ کیے ہوئے تھا۔ جن کے کنارے اور اس کے بازو گیلے تھے' چہرہ اور ماتھے پہ گرے بال بھی گیلے تھے۔ پاؤں بھی دھلے لگ رہے تھے۔ شاید وہ وضو کر کے آیا تھا۔

اس نے مسکرا کر سر خم کر کے اسے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ سر جھکائے آہستہ آہستہ چلتا ہوا قریب آیا اور سامنے والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

دونوں خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے وہ مدھر' مترنم سی آواز سنتے رہے۔ جو غار والوں اور کتے والوں کا قصہ بیان کر رہی تھی۔ ان چند نوجوانوں کا قصہ۔ جو کہیں چلے گئے تھے۔ اور دو باغوں کے مالک کا قصہ جسے اپنے مال اور اولاد پہ بہت غرور تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو اللہ کے ایک بندے سے ملنے اس جگہ کو ڈھونڈ رہے تھے جہاں مچھلی نے سمندر میں راستہ بنایا تھا۔ اور اس گردش کرنے والے آدمی کا قصہ جو سفر کرتا ہوا مشرق و مغرب تک جا پہنچا تھا۔

وہ چار قصے تھے جو قرآن کے درمیان میں رکھ دیے گئے تھے۔ جب وہ ختم ہوئے تو تیمور نے سر اٹھایا۔ محمل اب اسٹاپ کا بٹن دبا رہی تھی۔

"تمہیں پتا ہے' یہ کس کی آواز ہے؟"

تیمور نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ قاری مشاری تھے۔ تمہیں پتا ہے وہ کون ہیں؟"

اس نے پھر گردن دائیں سے بائیں ہلائی۔

"پہلے وہ سنگر تھے۔ پھر انہوں نے قرآن پڑھا تو گلوکاری چھوڑ دی اور قاری بن گئے۔ ان کے گیارہ مختلف ٹونز میں قرآن موجود ہیں' مگر مجھے یہ والی ٹون سب سے زیادہ پسند ہے' تمہیں پسند آئی؟"

"جی!" وہ بے ساختہ کہہ اٹھا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی چیختا' بدتمیزی کرتا بچہ تھا جو اب جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

چند لمحے وہ خاموشی سے اپنے بیٹے کو دیکھتی رہی۔ (آخر تھا تو وہ بچہ ہی' کتنا ناراض رہ سکتا تھا بھلا؟) اور پھر آہستہ سے بولی۔

"مجھ سے ابھی تک خفا ہو؟"

تیمور نے آنکھیں اٹھا کر خاموشی سے اسے دیکھا' منہ سے کچھ نہ بولا۔

"کیوں خفا تھے مجھ سے؟"

وہ چپ رہا' بالکل چپ۔

"تمہیں میں بہت بری لگتی ہوں؟ تمہارا دل کرتا ہے کہ تم مجھے قتل کر دو؟"

"تو... نیور!" وہ گھبرا کر کہہ اٹھا' پھر ایک دم چپ ہو کر لب کاٹنے لگا۔

"تم پہلے تو ایسے نہیں تھے۔ تم میرے لیے اسپتال پھول لے کر آتے تھے' مجھ سے اتنی باتیں کرتے تھے' میرے ہاتھوں پہ پیار کرتے تھے' تمہیں بھول گیا ہے؟"

اس کی بھوری آنکھوں میں استعجاب پھیل گیا۔

"آپ کو سنائی دیتا تھا سب؟" زندگی میں پہلی دفعہ اس نے محمل سے یوں بات کی' وہ اندر سے تڑپ کر رہ گئی۔

"تمہیں لگتا تھا کہ میں اپنے تیمور کی بات نہیں سنوں گی؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟" اس نے الٹا سوال پوچھا۔ تردید نہیں کی' نہ وہ جھوٹ بولنا چاہتی تھی' نہ ہی اسے مایوس کرنا چاہتی تھی۔

"آپ... آپ پھر اس رات بولتی کیوں نہیں تھیں جب ڈیڈی نے مجھے مارا تھا؟ آپ کو سب سنتا تھا تو آپ بولتی کیوں نہیں تھیں؟" اس کی آواز بلند ہونے لگی تھی۔ غصے سے نہیں دکھ سے۔

"میں بول نہیں سکتی تھی' میں بیمار تھی۔ اور... اور... ڈیڈی نے تمہیں کیوں مارا تھا؟"

وہ تڑپ کر رہ گئی تھی' مگر ظاہر خود کو کمپوزڈ رکھا۔

"وہ اس چریل (چڑیل) سے شادی کر رہے تھے۔ میں نے ان سے بہت لڑائی کی تھی۔"

اس کی موٹی موٹی بھوری آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ "وہ کہتے تھے وہ اس ویچ سے شادی کر لیں گے۔ وہ آپ کو ڈائیورس کر دیں گے۔ میں ان سے بہت لڑا تھا۔" اور ایک دم وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"تیمور!" وہ متحیر رہ گئی۔ اس نے کبھی اسے روتے نہیں دیکھا تھا۔

"ادھر آؤ میرے پاس۔"

وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ چہرے پہ رکھے رو رہا تھا۔ محمل نے بے اختیار بازو بڑھا کر اس کے ہاتھ تھامے۔

"میرے پاس آؤ۔" اسے ہاتھوں سے تھام کر کھڑا کیا اور خود سے قریب کیا۔

"ڈیڈی نے کیوں مارا تمہیں؟"

"میں نے کہا تھا میں ان کو اور اس وچ کو گھر میں نہیں رہنے دوں گا۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری ماں بری عورت ہے۔ میں نے ان پہ بہت شاؤٹ کیا' تو انہوں نے مجھے ادھر پھینک مارا۔" اس نے ہاتھ اپنے آنسوؤں سے بھیگے گال پہ رکھا۔ محمل نے بے اختیار اس کا گال چوما۔ وہ بیٹھی تھی' اور وہ اس کے ساتھ کھڑا رو رہا تھا۔

"تم پھر میرے پاس آئے تھے؟"

"ہاں' میں اتنی دیر تک آپ کے پاس روتا رہا تھا' بٹ یو وور سلیپنگ۔ آپ نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا' آپ بولتی نہیں تھیں' آپ نے مجھے پیار بھی نہیں کیا۔"

"اور تم مجھ سے ناراض ہو گئے؟" وہ ہچکیوں کے درمیان آنسو پونچھ رہا تھا۔

"میں تب بیمار تھی' بول نہیں سکتی تھی' لیکن اب میں تمہارے پاس ہوں نا' اب تو تم ناراض نہیں ہو؟" ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اس نے بے اختیار اسے گلے سے لگا لیا۔

ایک دم ہی اس کے ادھورے وجود میں ٹھنڈک اتر آئی۔ اسے لگا وہ مکمل ہو گئی ہے' اب اسے کسی ہمایوں داؤد نامی شخص کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے اس کا تیمور واپس مل گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ دن بہت خوب صورت تھا۔ جب وہ دونوں خوب رو چکے' تو پھر مل بیٹھ کر خوب باتیں کیں' کبھی لان میں' کبھی ڈائننگ ٹیبل پہ' کبھی لاؤنج میں اور پھر تیمور کے کمرے میں۔

اس سے بات کر کے محمل کو پتا چلا تھا کہ اس کا یہ رویہ اس رات کا ردعمل تھا جو اس نے ہمایوں سے تھپڑ کھانے کے بعد محمل کو پکارتے گزاری تھی۔ شاید وہ ساری رات روتا رہا تھا' مگر اس کی ماں نے جواب نہیں دیا تو وہ اس سے بدظن ہو گیا۔ مگر بچہ تھا' آخر کتنی دیر ناراض رہ سکتا تھا۔ بالآخر اپنے اندر کا سارا لاوا نکال کر اب ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور یہ بدگمانی کی عادت تو اس نے اپنے ماں اور باپ دونوں سے ورثے میں لی تھی۔ اس کا قصور نہیں تھا۔

اس کی باتوں سے محسوس ہوتا تھا کہ وہ آرزو اور ہمایوں کے تعلق کو بھی جانتا ہے' مگر محمل دانستہ اس موضوع کو نہیں چھیڑتی تھی۔ محمل کو اب احساس ہوا تھا کہ تیمور غیر معمولی ذہین اور سمجھ دار لڑکا تھا۔ وہ ایک ایک چیز کے بارے میں خبر رکھتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ کب ہمایوں نے اسے طلاق دی' کب اسے جھڑکا' کب اس پہ چلایا اور دوسری ہر شے۔ جو ان دونوں کے درمیان تھی' وہ ظاہر کرتا تھا کہ اسے اس سے نفرت ہے' مگر اس کے باوجود وہ اس کے ہر پل کی خبر رکھتا تھا۔

"اگر ڈیڈی نے آپ کی ڈائیورس واپس نہ لی تو آپ یہاں سے چلی جائیں گی؟" وہ دونوں تیمور کے کمرے میں بیٹھے تھے' جب اس نے بے حد اداسی سے کہا۔

"جانا تو ہے۔"

"پر ابھی ٹو اینڈ آف منتھ تو آپ ادھر ہی ہیں نا؟ آپ کی ڈائیورس کے تھری منتھس بعد تک آپ نے یہیں رہنا ہے نا۔"

وہ اپنی باتوں سے اسے حیران کر دیتا تھا۔ اس کی عمر اتنی نہیں تھی' مگر وہ ہر بات سمجھتا تھا۔

"ہاں..."

"ابھی تو ہاف منتھ ہوا ہے' ابھی تو بہت ٹائم ہے' کیا پتا ڈیڈی ڈائیورس واپس لے لیں۔"

Iman & Hope
HIRA AHMED
Forum.Pakistanikouncil.com

اس نے سوچا کہ اسے سمجھائے کہ پہلی طلاق واپس نہیں ہوتی' بلکہ اس میں رجوع ہو سکتا ہے' مگر اس کے سہمے دماغ کو خوامخواہ کہاں الجھاتی' سو بات بدل دی۔

"مجھے اپنی بکس دکھاؤ۔"

"آپ ٹاپک مت چینج کریں' میں آپ کو ساری بکس دکھا چکا ہوں۔"

"اوہ میرا مطلب تھا کہ کاپیز دکھاؤ۔"

"محمل... محمل۔" اس سے پہلے کہ تیمور جواب دیتا' اس نے فرشتے کی آواز سنی جو باہر اسے پکار رہی تھی۔ اس کی وہیل چیئر دروازے سے ذرا دور تھی۔ سو اس نے تیمور کو اشارہ کیا۔

"بیٹا! دروازہ کھولو۔"

"پلیز' نو!" اس نے برا سا منہ بنایا اور وہیں بیڈ پہ بیٹھا رہا۔

"محمل۔" فرشتے کی آواز میں پریشانی تھی۔

"تیمور' پلیز دروازہ کھولو' خالہ بلا رہی ہیں۔" وہ چاہتی تو فرشتے کو آواز دے لیتی' مگر ابھی وہ تیمور کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"شی از ناٹ مائی خالہ۔" وہ منہ ہی منہ میں بدبداتا اٹھا' دروازہ آدھا کھول کر سر باہر نکالا اور غصے سے بولا۔

"واٹس رانگ ود یو؟"

"اوہ سوری سنی! میں محمل کو ڈھونڈ رہی تھی۔" فرشتے کی خجل سی آواز آئی۔

"شی از ود می' پلیز ڈونٹ ڈسٹرب اَز۔ (وہ میرے ساتھ ہیں پلیز' ہمیں ڈسٹرب نہ کریں۔)" اس نے زور سے دروازہ بند کر دیا۔ پھر واپس مڑا تو محمل قدرے خفا سی اس کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ میری بہن ہے' تم اسے مجھ سے بات بھی نہیں کرنے دو گے بیٹا۔"

"آپ کیوں اس ویچ نمبر ٹو کو پسند کرتی ہیں؟ میرا تو دل کرتا ہے اس سے کہوں اپنا بروم اسٹک اٹھائے اور یہاں سے چلی جائے۔" بگڑ کر کہتے ہوئے اس نے پلٹ کر دروازہ کھولا۔

"آجاؤ۔" فرشتے کا چہرہ دکھائی دیا تو محمل نے مسکرا کر کہا۔

وہ حیران سی دروازے میں کھڑی تھی۔

"تم اور سنی... اوہ گاڈ... یہ سب کیسے ہوا؟" وہ حیرت زدہ بھی تھی اور خوش بھی۔

"بس اللہ کا شکر ہے!" اس نے مسکراہٹ دبا کر کندھے اچکائے' جیسے خود بھی اس خوش گوار واقعے پہ لاجواب ہو گئی ہو۔

"آئی ایم سو ہیپی محمل!" فرط جذبات سے فرشتے کی آنکھیں دبڈبا گئیں۔ اور اس سے پہلے کہ محمل جواباً کچھ کہہ پاتی' تیمور زور سے بولا۔ "تو یو آر ناٹ' آپ جھوٹ بولتی ہو' مجھے سب پتا ہے۔" فرشتے کا چہرہ ماند پڑ گیا۔

"سنی نہیں..."

"یو کین گو ناؤ' جسٹ گو اوے!" وہ ایک دم زور سے چلایا۔ فرشتے لب کاٹتی ایک دم پلٹی اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔

تیمور بھی غصے میں مٹھیاں بھینچے بیٹھا تھا۔ وہ گئی تو اس نے زور سے دروازہ بند کیا اور قریب رکھا کاغذ اٹھا کر پھاڑ ڈالا۔ پھر اس کے ٹکڑے دروازے پہ دے مارے۔

محمل بغور اس کا رویہ دیکھ رہی تھی۔ وہ واپس آکر بیڈ پہ بیٹھا تو اس نے اس کی رف کاپی اٹھائی' تین صفحے پھاڑے اور تیمور کی جانب بڑھائے۔

"لو' ان کو بھی پھاڑو۔" تیمور نے پہلے ذرا حیرت سے اسے دیکھا' پھر جھپٹ کر کاغذ پکڑے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

"یہ بھی پھاڑو۔" وہ اس کی کاپی سے ایک ایک صفحہ نکال کر اسے پکڑاتی جا رہی تھی اور وہ وحشیانہ انداز میں اسے پھاڑتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ تھک گیا' اور سر ہاتھوں پہ گرا دیا۔

محمل نے اس کی کاپی بند کر کے بیڈ پہ ڈال دی۔

"اٹھو' پانی پیو اور مجھے بھی پلاؤ۔"

اس کے اندر کا لاوا باہر آچکا تھا۔ سو خاموشی سے

خوبصورت اور گوری رنگت ہر پل
Mod Girl
Oxygen Active
Peach
Creme Bleach
Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Konnect.com

اٹھا اور باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد واپس آیا تو ہاتھ میں پانی سے بھرا شیشے کا گلاس تھا۔ محمل نے گلاس تھاما' پانی پیا اور پھر گلاس واپس اس کی طرف بڑھایا۔

"اس کو بھی دیوار پہ مارو اور توڑ دو۔"

تیمور لب کاٹتے اسے دیکھتا رہا' گلاس لینے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا۔

"اسے توڑنا چاہتے ہو؟"

"نو۔" اب وہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

"چلو' لان میں چلتے ہیں' میں تمہیں ایک اسٹوری بھی سناؤں گی۔"

اس کی بات پہ وہ مسکرا دیا' اور گلاس اس سے لے کر دروازہ کھولا' پھر ایک طرف ہٹ کر اسے راستہ دیا۔ وہ آسودگی سے مسکراتی وہیل چیئر کے پہیوں کو دونوں ہاتھوں سے گھماتی آگے بڑھنے لگی۔

☆ ☆ ☆

وہ دونوں لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ محمل کے ہاتھ میں قرآن کے قصوں کی کتاب تھی اور وہ موسیٰ علیہ السلام کا قصہ تیمور کو سنا رہی تھی۔ ان گزرے کچھ دنوں میں اس نے آہستہ آہستہ بہت سارے قصے اسے سنا ڈالے تھے۔ وہ چاہتی تھی کہ تیمور میں قرآن کا شوق پیدا ہو جائے۔

"اور پھر موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل خالی ہو گیا۔"

دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ لاشعوری طور پہ رُک گئی۔ جانتی تھی اس وقت کون آیا ہو گا۔ بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے سر نہیں اٹھایا۔

"آگے بتائیں نا' ماما!" تیمور چند لمحوں کے انتظار کے بعد بے چین ہو گیا' اسی پل ہمایوں اندر داخل ہوا' بے ساختہ ہی محمل نے سر اٹھا لیا۔

وہ تھکا تھکا سا' سرخ آنکھیں لیے' آستین کہنیوں تک فولڈ کیے چلا آ رہا تھا۔ ان دونوں کو یوں اکٹھا بیٹھے دیکھ کر ایک دم ٹھٹک کر رکا۔ آنکھوں میں واضح حیرت اور الجھن ابھری۔ وہ پچھلے دنوں کافی دیر سے گھر آ رہا تھا اور سوئے اتفاق وہ ان دونوں کی اس دوستی کے بارے میں کچھ جان سکا نہ ہی دیکھ سکا۔

محمل نے نگاہیں کتاب پہ جھکا لیں اور آگے پڑھنے لگی۔

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی۔ تیمور صوفے سے اٹھا اور لپک کر ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو؟" کچھ دیر تک وہ دوسری طرف سنتا رہا' پھر سر ہلایا۔ "جی وہ ہیں' ایک منٹ!"

وہ ریسیور ہاتھ میں پکڑے محمل کی طرف گھوما۔ اسی پل ہمایوں کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

"ماما! آپ کا فون ہے۔"

"کون ہے؟" وہ ذرا حیران ہوئی۔ اس کے لیے بھلا کہاں فون آتے تھے۔

"وہ کہہ رہے ہیں ان کا نام آغا فواد ہے۔" تیمور نے ریسیور اس کی طرف بڑھایا۔ تار لمبی تھی' ریسیور اس تک پہنچ ہی گیا۔

"آغا فواد؟" وہ بے یقینی سے بڑبڑائی' پھر ریسیور تھاما۔ کتنی ہی دیر وہ سن سی اسے کان سے لگائے بیٹھی رہی۔

"ہے۔۔۔ ہیلو۔" اور پھر بمشکل لفظ لبوں سے نکل ہی پایا تھا کہ کسی نے سختی سے ریسیور اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا۔ محمل نے بری طرح چونک کر پیچھے دیکھا۔

"میرے گھر میں یہ سب نہیں ہو گا' یہاں سے جا کر جو بھی کرنا ہو کر لینا۔" ریسیور ہاتھ میں لیے درشتی سے کہتا وہ محمل کے ساتھ آغا فواد کو بھی سنا چکا تھا۔

وہ ششدر سی بیٹھی رہ گئی۔ ہمایوں نے ایک شعلہ بار نگاہ اس پہ ڈالی اور ریسیور کھٹاک سے کریڈل پہ ڈال دیا۔ پھر جیسے آیا تھا' اسی طرح تیز تیز سیڑھیاں چڑھتا گیا۔

تیمور خاموشی سے مگر بغور سب دیکھ رہا تھا' ہمایوں واپس ہو لیا تو وہ آہستہ سے محمل کی طرف بڑھا۔

"ماما!" اس نے ہولے سے محمل کا ہاتھ چھوا' پھر ہلایا۔

وہ اسی طرح شل سی بیٹھی تھی۔

"ایک دفعہ پہلے بھی ان کا فون آیا تھا آپ کے لیے'

ڈیڈی نے تب ان کو کہا تھا کہ یہاں کوئی محمل نہیں رہتی' ماما! ڈیڈی ان کے ساتھ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ وہ تو آپ کے کزن ہیں نا؟"

وہ ابھی تک سن تھی' پہلی دفعہ ہمایوں نے اتنی زہریلی بات کی تھی۔ یہ اتنا سارا زہر اس کے اندر کس نے بھر دیا تھا؟

"اچھا چھوڑیں نا' مجھے اسٹوری آگے سنائیں۔" وہ اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ ہلا کر اس کو متوجہ کیا۔ محمل نے سر جھٹک کر کتاب اٹھا لی۔

☆ ☆ ☆

وہ لان میں بیٹھی تھی اور تیمور پانی کا پائپ اٹھائے گھاس پہ چھڑکاؤ کر رہا تھا۔ نظر آتے موتیوں کی طرح سبز گھاس پہ گر رہے تھے۔ وہ چہرے پہ ڈھیروں سکون لیے اسے دیکھ رہی تھی۔

امام شافعی کہتے تھے آزمائش جب بہت تنگ کرتی ہے تو پھر وہیں سے کھل جاتی ہے' ٹھیک ہی کہتے تھے جب اسے زندگی میں گھپ اندھیرا نظر آنے لگا تھا' وہیں پہ فجر کی پہلی کرن چمکی تھی۔ ہمایوں کی بے وفائی کا غم اب اتنا شدید نہیں رہا تھا جتنا اس سے قبل تھا۔ تیمور کی محبت مرہم کا کام کر رہی تھی۔

شام اتر رہی تھی جب اس نے گیٹ پہ آہٹ سنی تو گردن موڑ کر دیکھنے لگی۔ فرشتے نے باہر سے ہاتھ اندر کر کے گیٹ کا ہک کھولا تھا اور اب وہ دروازہ کھول کر داخل ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ہینڈ بیگ تھا اور وہ اپنے مخصوص سیاہ عبایا اور اسکارف میں ملبوس تھی۔ جس میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ وہ غالباً مسجد سے آ رہی تھی۔ اس وقت وہ ادھر پڑھانے جاتی تھی۔

"السلام علیکم' جلدی آ گئیں؟" اسے آتے دیکھ کر محمل نے مسکرا کر مخاطب کیا۔

"ہاں' بس ذرا تھک گئی تھی۔" وہ تھکان سے مسکراتی اسی کی طرف چلی آئی۔

"کھانا کھائیں' آپ نے دوپہر میں بھی نہیں کھایا نا۔"

"ہاں' کھاتی ہوں۔" اس نے تھکے تھکے انداز میں کہہ کر انگلی سے کنپٹی سہلائی۔ اس کی مخروطی انگلی میں چاندی کی وہ ہی انگوٹھی تھی جو وہ اکثر دیکھتی تھی۔ جانے کیوں وہ محمل کو قدرے پریشان لگی تھی۔

"خیریت فرشتے؟ مجھے آپ ٹینس لگ رہی ہیں۔"

"نہیں تو۔" وہ پھیکا سا مسکرائی۔ تب ہی فاصلے پہ کھڑے تیمور نے پائپ پھینکا اور ان کی طرف آیا۔

"وہ ٹینس بھی ہے تو آپ کیوں کیئر (پروا) کرتی ہیں؟ جسٹ لیو ہر الون!" وہ بہت غصے اور بدتمیزی سے بولا تھا۔ محمل نے فرشتے کی مسکراہٹ کو واضح ماند پڑتے دیکھا' اس کا دل دکھا۔

"تیمور' بیٹا! وہ تمہاری خالہ ہیں' ایسے بات۔۔۔"

"جسٹ گو! چلی جاؤ آپ یہاں سے۔" وہ پیر پٹخ کر چیخا۔ بالکل ہمایوں کا پرتو۔

"سوری سنی!" وہ شکستگی سے اٹھی' بیگ ہاتھ میں لیا اور تیز تیز قدموں سے لان کی روش پار کر گئی۔

"اور جہاں میری ماما ہوں' وہاں مت آیا کرو۔" وہ اس کے پیچھے چلایا تھا۔ محمل نے تاسف سے برآمدے میں دیکھا' جہاں فرشتے دروازہ بند کر کے گم ہو گئی تھی۔

تیمور ابھی تک لب بھینچے برآمدے کو دیکھ رہا تھا۔

"اف۔۔۔ یہ لڑکا۔۔۔ کیسے سمجھاؤں اسے کہ تمہارے بڑے تمہارے دشمن نہیں ہیں۔" وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

وہ کچن میں اپنی وہیل چیئر پہ بیٹھی تھی۔ گود میں ٹوکری تھی جس میں مٹر رکھے تھے۔ تیمور بلقیس کے ساتھ مرکز تک گیا تھا۔ وہ مٹر چھیلتے ہوئے لاشعوری طور پہ اس کا انتظار کر رہی تھی۔

کچن کا دروازہ نیم وا تھا۔ وہ ویسے بھی اس سمت میں بیٹھی تھی کہ لاؤنج سے نظر نہ آ سکتی تھی۔ تب ہی اسے بیرونی دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور ساتھ قدموں کی چاپ بھی۔ پھر قریب آتی آوازیں۔۔۔ مٹر چھیلتے اس کے ہاتھ ٹھہر گئے۔

Scan & PDF FIAZ AHMED iqbalkalmati.blogspot.com

"ایسا کب تک چلے گا ہمایوں؟" وہ آرزو تھی اور تنگ کر کہہ رہی تھی۔
"کیا؟"
"انجان مت بنو۔ ہم کب شادی کر رہے ہیں؟"
ان کی آوازیں قریب آ رہی تھیں۔ وہ دم سادھے بیٹھی رہ گئی۔ مٹر کے دانے ہاتھ سے پھسل گئے۔
"کرلیں گے۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔"
"کیا مطلب جلدی؟ اتنا عرصہ ہو گیا ہے تمہیں اسے طلاق دیے ہوئے۔"
"اس کی عدت ختم ہو لینے دو۔"
"اور کب ختم ہو گی وہ؟"
"ایک دو ہفتے رہتے ہیں۔" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔ وہ دونوں وہیں لاؤنج کے وسط میں کھڑے باتیں کر رہے تھے۔
"کیا اس کی عدت کے ختم ہونے سے پہلے ہم شادی نہیں کر سکتے؟"
"نہیں!" اس کا انداز اتنا سرد مہر اور قطعی تھا کہ پل بھر کو آرزو بھی چپ رہ گئی۔
"مگر ہمایوں...!" اس نے کہنا چاہا۔
"کہا نا نہیں!" وہ اب سختی سے بولا تھا۔ "اگر تمہیں منظور نہیں ہے۔ تو بے شک شادی نہ کرو۔ جاؤ چلی جاؤ۔" وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا گیا۔
نہیں 'ہمایوں' سنو' رکو۔" وہ بوکھلائی ہوئی سی اس کے پیچھے لپکی۔
سیڑھیاں چڑھنے کی آوازیں مدھم ہو گئیں... وہ دونوں اب اس سے دور جا چکے تھے۔
"ماما!" کتنی ہی دیر بعد تیمور نے اسے پکارا تو اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔
"تم کب آئے؟" وہ سنبھلی۔
"ماما!" وہ آہستہ سے اس کے قریب آیا۔ "آپ رو رہی ہیں؟" اس نے اپنے ننھے ننھے ہاتھ اس کے چہرے پہ گرتے آنسوؤں پہ رکھے۔ وہ حیران رہ گئی۔ پتا نہیں کب یہ آنسو پھسل پڑے تھے۔
"آپ نہ رویا کریں۔" وہ اب آہستہ سے اس کے آنسو صاف کر رہا تھا۔ محمل بھیگی آنکھوں سے مسکرائی اور اس کے ہاتھ تھام لیے۔
"میں تو نہیں رو رہی۔"
"آپ رو رہی ہیں۔ میں بچہ تھوڑی ہوں۔" وہ اس کی غلط بیانی پہ خفا ہوا۔
"اچھا' اب تو نہیں رو رہی۔ اور شاپ سے کیا لائے ہو؟"
"چپس!" اس نے چپس کا پیکٹ سامنے کیا۔
"اور میں اتنی دیر سے کیا ہوا ہوں پر آپ نے ابھی تک مٹر نہیں چھیلے یو آر ٹو سلو ماما!" اس نے مٹر کی ٹوکری اس کی گود سے اٹھائی اور کاؤنٹر پہ رکھ دی۔
"آئیں' باہر چلتے ہیں۔"
"رہنے دو تیمور' میرا دل نہیں کر رہا۔"
"بلقیس بوا!" اس کی سنے بغیر بلقیس کو پکارنے لگا۔
"ماما کو باہر لے آؤ۔"
اور وہ اپنی ناقدری کا غم اندر ہی اندر دباتی رہ گئی۔

بڑے عرصے سے لائبریری کی صفائی نہیں ہوئی تھی۔ وہ کتنے ہفتوں سے سوچ رہی تھی کہ کسی دن کروالے' آج ہمت کر ہی لی۔
بلقیس کو تو کہنے کی دیر تھی۔ فوراً" لگ گئی۔ وہ دروازے کی چوکھٹ پہ وہیل چیئر پہ بیٹھی ہدایات دے رہی تھی۔
"یہ والی بکس اندر رکھ دو' اس طرف والی سامنے کر دو۔ میز سے یہ سب ہٹالو اور اس والے شیلف میں رکھ دو۔"
جھاڑ پونچھ سے گرد اڑ رہی تھی۔ سالوں سے کسی نے کتابوں کو صاف نہیں کیا تھا۔
"بی بی! ان کو تو کیڑا لگ گیا ہے۔" وہ پریشان سی کچھ کتابوں کے کنارے دکھا رہی تھی۔ تاریخ کی پرانی کتابیں۔
"ان کو الگ کر دو۔ اور وہ دراز خالی کرو' یہ اس میں رکھ دیں گے۔"

"اچھا جی!" بلقیس اب اسٹڈی ٹیبل کی درازوں سے کتابیں نکال رہی تھی۔
"ان کو اس آخری شیلف پہ نہ سیٹ کر دوں؟" اس نے دراز سے نکلنے والے کتابوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔
"ہاں کر دو۔" اسے بھلا کیا اعتراض تھا۔ بلقیس پھرتی اور انہماک سے کتابیں صاف کر کے اوپر لگانے لگی۔
ڈھیر ذرا ہلکا ہوا تو اسے ان کتابوں کے بیچ ایک پھولا ہوا خاکی لفافہ رکھا نظر آیا۔
"یہ لفافہ اٹھا کر دو۔ شاید ہمایوں کے کام کا ہو۔"
کتابیں سیٹ کرتی بلقیس رکی اور خاکی لفافہ اٹھا کر اسے تھمایا۔
لفافہ وزنی نہیں تھا' مگر پھولا ہوا تھا۔ اس نے الٹ پلٹ کر دیکھا۔
کوئی نام پتہ نہیں لکھا تھا۔ اوپر اکھڑی ہوئی سی ٹیپ لگی تھی جیسے کھول کر پھر لگا دی گئی ہو۔
"پتا نہیں کس کا ہے۔" بنا کسی تجسس کے محمل نے ٹیپ اتاری اور لفافہ کو دیں الٹ دیا۔ ایک عدالتی کاغذ اور ساتھ ایک سفید خط کا کور گود میں گرا۔ اس نے زرد عدالتی کاغذ اٹھایا۔
اس کی تہیں کھولیں اور چہرے کے سامنے کیا۔
اسٹامپ پیپر کی تحریر کے نیچے بہت واضح سے دستخط تھے۔
"محمل ابراہیم"
"فرشتے ابراہیم"
وہ بری طرح سے چونکی اور تیزی سے اوپر تحریر پہ نگاہیں دوڑائیں۔
یہ وہی کاغذ تھا جو فواد نے اس سے اور فرشتے سے سائن کروایا تھا۔ وسیم سے نکاح نہ کروانے کی شرط پہ' اس کی گردن پہ پستول رکھ کر۔
مگر یہ ادھر ہمایوں کی لائبریری میں کیا کر رہا تھا؟ وہ تو اس معاملے سے قطعی لاعلم تھا۔ یہ موضوع کبھی زیر بحث آیا ہی نہیں' بس ایک دفعہ آغا جان کے گھر سے واپسی پہ ہمایوں نے اسے اپنا حصہ لینے کے لیے کہا تھا مگر وہ ٹال گئی تھی۔ اگر وہ براہ راست پوچھتا تو وہ بتا دیتی۔ پھر فرشتے نے بھی نہیں بتایا کہ یہ کاغذ اس کے ہاتھ کیسے لگا اور کیا وہ اسی کی وجہ سے اس سے بدظن تھا؟ مگر یہ اتنی بڑی وجہ تو نہیں تھی۔ اور یہ کاغذ ہمایوں کے ہاتھ لگا بھی کیسے یہ تو اس کے پاس تھا۔
اس نے دوسرا سفید لفافہ اٹھایا۔ وہ بے دردی سے چاک کیا گیا تھا اس نے اس کے کھلے منہ میں جھانکا۔ اندر کچھ فوٹو گراف تھے شاید۔
محمل نے لفافہ گود میں الٹ دیا۔ چند تصویریں اس کے گھٹنے پر سے پھسلتی فرش پہ جا گریں اس نے ہاتھ جھکا کر تصویروں کو اٹھایا اور سیدھا کیا۔
وہ فواد اور محمل کی تصاویر تھیں۔ فواد۔ اور... محمل...
وہ ساکت سی ان تصویروں کو دیکھ رہی تھی۔ ان میں وہ کچھ تھا جو کبھی وقوع پذیر نہیں ہوا تھا۔ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا فواد اور اس کے کندھے پہ سر رکھے محمل... ریسٹورنٹ میں ڈنر کرتے فواد اور محمل... ہاتھ میں ہاتھ ڈالے واک کرتی فواد اور محمل... اک ساتھ کسی شادی کی تقریب میں رقص کرتے... قابل اعتراض تصاویر۔ قابل اعتراض مناظر۔ وہ سب جو کبھی نہیں ہوا تھا۔
اس نے پھر سے تصویروں کو الٹ پلٹ کر کے دیکھا۔
اس کا لباس اور چہرہ... ہر تصویر میں ذرا الگ تھا۔ کوئی بچہ بھی بتا سکتا تھا کہ وہ فوٹو شاپ یا اس قسم کی کس ٹرک کا کمال ہے۔ پہلی نظر میں واقعی پتا نہیں لگتا تھا۔ مگر بغور دیکھنے پہ صاف ظاہر ہو جاتا تھا کہ وہ سب نقلی ہے ہمایوں خود ایک پولیس آفیسر تھا' وہ ان بچوں والی باتوں میں نہیں آ سکتا تھا۔ اور کس نے لا کر دیں اس کو یہ تصاویر؟
کیا معیز جو ایک دفعہ آیا تھا' اسی لیے آیا تھا؟" اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔
پزل کے سارے ٹکڑے ایک ساتھ جڑنے لگے۔

Scan & Pdf FIAZ AHMED Pieces Korner.com

آرزو نے کہا تھا کہ وہ ہمایوں کو اس سے چھین لے گی۔ محمل کو سجا سنورا اور ہنستا بستا دیکھ کر وہ شاید شدید حسد کی آگ میں جلنے لگی تھی۔ اس سے اس کی خوشیاں برداشت نہیں ہو رہی تھیں پھر اسد چچا کی ناگہانی وفات کے بعد یقیناً" وہ لوگ مالی کرائسز کا شکار ہوئے ہوں گے۔ ایسے میں محمل کی طویل بے ہوشی نے آرزو کو امید دلائی ہوگی۔ اور شاید یہ سب ایک سوچا سمجھا پلان تھا۔

یہ جعلی تصاویر بنا کر' محمل اور فرشتے کا دستخط شدہ کاغذ ہمایوں کو دکھا کر اس نے ہمایوں کو بھڑکایا ہوگا۔ مگر کیا ہمایوں چھوٹا بچہ تھا جو ان کی باتوں میں آجاتا؟ کیا ایک منجھا ہوا پولیس آفیسر اس قسم کے بچکانہ کھیل کا شکار بن سکتا تھا؟ کیا بس اتنی سی باتوں پہ ہمایوں اتنا بدظن ہو گیا تھا؟ اپنی بیوی سے دوری اور آرزو سے بڑھتا ہوا التفات۔۔۔ پزل کا کوئی ٹکڑا اپنی جگہ سے غائب تھا۔ پوری تصویر نہیں بن رہی تھی۔

اس نے بے اختیار ہو کر سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ دماغ چکرا کر رہ گیا تھا۔

"بی بی' تسی ٹھیک ہو؟" بلقیس نے اس کا شانہ ہلایا تو وہ چونکی۔

"ہاں' مجھے باہر لے جاؤ۔" اس نے جلدی سے تصویریں لفافے میں ڈالیں' مبادا بلقیس انہیں دیکھ نہ لے۔

پزل کا کوئی ٹکڑا واقعی غائب تھا۔

☆ ☆ ☆

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے' جب بیرونی گیٹ پہ ہارن کی آواز سنائی دی۔ وہ جو دانستہ لاؤنج میں بیٹھی تھی' فوراً" الرٹ ہو گئی۔

ہمایوں کی گاڑی کی زن سے اندر داخل ہونے کی آواز۔۔۔ پھر لاک کی کھٹ کھٹ' وہ سر جھکائے بیٹھی تمام آوازیں سنتی گئی' یہاں تک کہ دروازے کے اس طرف بھاری بوٹوں کی چاپ قریب آگئی۔ اس نے بے چینی سے سر اٹھایا۔

وہ اندر داخل ہو رہا تھا' یونیفارم میں ملبوس' کیپ ہاتھ میں لیے' وہ چند قدم چل کر قریب آیا' اسے وہاں بیٹھے دیکھ کر لمحے بھر کو رکا۔

"السلام علیکم' مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"بولو۔" وہ اکھڑے تیوروں سے سامنے آکھڑا ہوا۔

"آپ بیٹھ جائیں۔"

"میں ٹھیک ہوں' بولو۔"

محمل نے گہری سانس لی اور الفاظ ذہن میں مجتمع کیے۔

"مجھے صرف ایک بات کا جواب چاہیے ہمایوں! بس ایک بار مجھے بتا دیں کہ آپ میرے ساتھ ایسے کیوں کر رہے ہیں۔" آنسوؤں کا گولا اس کے حلق میں پھنسنے لگا تھا۔

"کیا کر رہا ہوں؟"

"آپ کو لگتا ہے' آپ کچھ نہیں کر رہے؟"

"علیحدگی چاہتا ہوں' یہ کیا کوئی جرم ہے؟" وہ سنجیدہ اور بے نیاز تھا۔

"مگر۔۔۔ آپ اتنے کیوں بدل گئے ہیں؟ آپ پہلے تو ایسے نہیں تھے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ شکوہ کر بیٹھی۔

"پہلے میں کاٹھ کا الو تھا' جس کی آنکھوں پہ پٹی بندھی تھی۔ ہوش اب آیا ہے' دیر ہو گئی' مگر خیر۔"

"ہو سکتا ہے' کسی نے اب آپ کی آنکھوں پہ پٹی باندھ دی ہو۔ آپ مجھے صفائی کا ایک موقع تو دیں۔" اس نے سوچا تھا وہ اس کی منت نہیں کرے گی' مگر اب وہ کر رہی تھی۔ یہ وہ شخص تھا جس سے اسے بے حد محبت تھی' وہ اسے نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔

"صفائی کا موقع ان کو دیا جاتا ہے جن پہ شک ہو۔ مگر جن پہ یقین ہو' ان پہ صرف حد جاری ہوتی ہے۔" وہ بہت چبا چبا کر بولا تھا۔

"یہ آپ کی اپنی بنائی گئی حدود ہیں ایس پی صاحب! لوگوں کو ان کے اوپر نہ پرکھیں۔ کھوٹے کھرے کو الگ کرنے کا پیمانہ دل میں ہوتا ہے' ہاتھوں میں نہیں۔

کہیں آپ کو پچھتانا نہ پڑ جائے۔"

"کھوٹے کھرے کی پہچان مجھے بہت دیر سے ہوئی ہے محمل بی بی! جلدی ہوتی تو اتنا نقصان نہ اٹھاتا۔"

ان تین ماہ میں پہلی دفعہ اس نے محمل کا نام لیا تھا۔ وہ اداسی سے مسکرا دی۔

"اگر میں کھوٹی ہوں تو جس کے پیچھے مجھے چھوڑ رہے ہیں' اس کے کھرے پن کو بھی ماپ لیجیے گا۔ کہیں پھر دھوکا نہ ہو جائے۔"

"وہ تم سے بہتر ہے۔" چند لمحے خاموش رہ کر وہ سرد لہجے میں بولا اور ایک گہری چبھتی ہوئی نگاہ اس پہ ڈال کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

وہ نم آنکھوں سے اسے زینے چڑھتے دیکھتی رہی۔

آج ہمایوں نے اپنی بے وفائی پہ مہر لگا دی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے برش لیے مغموم' گم صم سی بیٹھی تھی' جب فرشتے نے کھلے دروازے سے اندر جھانکا۔

"میری چھوٹی بہن کیا کر رہی ہے؟" اس نے چوکھٹ سے ٹیک لگا کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں۔" محمل نے مسکرا کر گردن موڑی۔ اس کے کھلے بال شانوں پہ گر رہے تھے۔

"تو کچھ خاص کرتے ہیں۔" وہ اندر چلی آئی۔ فیروزی شلوار قمیص پہ سلیقے سے سر پہ دوپٹہ لیے وہ ہمیشہ کی طرح بہت تر و تازہ لگ رہی تھی۔

"تمہارے بال ہی بنا دوں لاؤ۔" اس نے رسان سے کہتے ہوئے برش محمل کے ہاتھ سے لے لیا اور اس کے کھلے بالوں کو دونوں ہاتھوں میں سمیٹا۔

"بس اب تم بہت جلد ٹھیک ہو جاؤ گی۔" وہ اب پیار سے اس کے بالوں میں اوپر سے نیچے برش کر رہی تھی۔ وہ محمل کی وہیل چیئر کے پیچھے کھڑی تھی' محمل کو آئینے میں اس کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔

"تم نے آگے کا کیا سوچا؟"

"پتا نہیں' جب عدت ختم ہو جائے گی تو چلی جاؤں گی۔" وہ بے زار ہوئی۔

"لیکن کدھر؟" فرشتے نے اس کے بالوں کو سلجھا کر سمیٹ کر اونچا کیا۔

"اللہ کی دنیا بہت وسیع ہے' پہلے آغا جان کو ڈھونڈوں گی' اگر وہ نہ ملے تو مسجد چلی جاؤں گی۔ مجھے امید ہے کہ مجھے ہاسٹل میں رہنے دیا جائے گا۔"

"ہوں۔" اس نے اونچی سی پونی باندھی' پھر ان بالوں کو دوبارہ سے ذرا سا برش کیا۔

"اور آپ نے کیا سوچا؟ میرے بعد تو آپ کو بھی جانا ہوگا۔"

"میں شاید ورکنگ ویمن ہاسٹل چلی جاؤں' پتا نہیں ابھی کچھ ڈیسائیڈ نہیں کیا' خیر چھوڑو' آج میں نے چائنیز بنایا ہے' تمہیں منچورین پسند ہے نا؟ اب فٹافٹ چلو' کھانا کھاتے ہیں۔" اس نے محمل کی وہیل چیئر پیچھے سے تھام کر اس کا رخ موڑا۔

اب وہ کیا بتاتی کہ عرصہ ہوا' ذائقے محسوس کرنا چھوڑ دیے ہیں۔ مگر ایسی مایوسی کی باتیں اللہ کو ناراض کر دیتی ہیں' اسی لیے چپ رہی۔ ہمایوں کی طرف سے دل اتنا دکھا ہوا تھا کہ ایسے میں فرشتے کا دھیان بٹانا اچھا لگا۔

ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا لگا ہوا تھا۔ گرم گرم چاولوں کی خوشبو سارے میں پھیلی تھی۔

"تیمور کدھر؟" وہ پوچھتے پوچھتے رک گئی۔ پھر تھک کر بولی۔ "میں کیا کروں' جو وہ آپ کو ناپسند کرنا چھوڑ دے؟"

"یہ چاول کھاؤ' بہت اچھے بنے ہیں۔" فرشتے نے مسکرا کر ڈش اس کے سامنے رکھی' اس کا ضبط بھی کمال کا تھا۔

"تیمور کی ساری بدلحاظیوں پہ میں آپ سے معافی مانگتی ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ بھیگ گیا۔

"اونہوں' جانے دو' میں مائنڈ نہیں کرتی' خالہ بھی ماں جیسی ہی ہوتی ہے۔"

محمل بھیگی آنکھوں سے ہولے سے ہنس دی۔

فرشتے نے رک کر اسے دیکھا۔ "کیوں؟ کیا نہیں

FIAZ AHMED Scan & PDF Friends Korner.com

ہوتی؟"

"میرے بھانجے نہیں ہیں' ورنہ ضرور اپنی رائے دیتی' لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہی فرمایا ہے تو آف کورس' ٹھیک ہے۔"

"کیا؟" فرشتے الجھی۔

"یہ ہی کہ خالہ ماں جیسی ہوتی ہے' یہ ایک حدیث ہے نا۔"

"اوہ اچھا؟ مجھے بھول گیا تھا۔" فرشتے سر جھٹک کر مسکرادی اور چاول اپنی پلیٹ میں نکالنے لگی۔

☆ ☆ ☆

وہ دن اپنی دانست میں "ہمایوں کے گھر میں" اس کا آخری دن تھا۔ کل دوپہر اس کی عدت کو تین قمری ماہ مکمل ہوجانے تھے اور تب وہ شرعی طور پہ ہمایوں کی بیوی نہ رہتی اور پھر اس گھر میں رہنے کا جواز بھی ختم ہوجاتا۔

آج وہ صبح اترتے ہی لان میں آبیٹھی تھی۔ چڑیاں اپنی مخصوص بولی میں کچھ گنگنا رہی تھیں۔ گھاس شبنم سے گیلی تھی۔ سیاہ بادلوں کی ٹکڑیاں آسمان پہ جا بجا بکھری تھیں۔ امید تھی کہ آج رات بارش ضرور ہوگی۔

شاید اس کی اس گھر میں آخری بارش۔

فرشتے صبح جلد ہی کسی کام سے باہر گئی تھی۔ ہمایوں رات دیر سے گھر آیا تھا اور صبح سویرے نکل گیا تھا۔ تیمور اندر سو رہا تھا۔ اور بلقیس اپنے کوارٹر میں تھی۔ سو وہ لان میں تنہا اور مغموم بیٹھی چڑیوں کے اداس گیت سن رہی تھی۔ آنسو قطرہ قطرہ اس کی کانچ سی بھوری آنکھوں سے ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

اس گھر کے ساتھ اس کی بہت سی یادیں وابستہ تھیں۔ زندگی کا ایک بے حد حسین اور پھر ایک بے حد تلخ دور اس نے گھر میں گزارا تھا۔ یہاں اسی ڈرائیو وے پہ وہ پہلی دفعہ سیاہ ساڑھی میں اتری تھی' اسی رات جب اس کی مشکلات کا آغاز ہوا تھا۔ پھر ادھر ہی وہ سرخ کام دار جوڑے میں دلہن بنا کر لائی گئی تھی' کبھی وہ ادھر ملکہ کی حیثیت سے بھی رہی تھی' مگر خوشی کے دن جلدی گزر جاتے ہیں' اس کے بھی گزر گئے تھے۔ ایک سیاہ تاریک نیند کا سفر تھا اور وہ بہت نیچے لاکر پھینک دی گئی تھی۔

"ماما۔" تیمور نیند بھری آنکھیں لیے اس کا شانہ جھنجوڑ رہا تھا۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا' پھر مسکرا دی۔

"ہاں بیٹا!" اس نے بے اختیار پیار سے اس کا گال چھوا۔

"کیوں رو رہی ہیں اتنی دیر سے؟ کب سے دیکھ رہا ہوں۔" وہ معصومیت بھری فکرمندی لیے اس کے ساتھ آبیٹھا۔ وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھا۔ غالباً ابھی جاگا تھا۔

"نہیں کچھ نہیں۔" محمل نے جلدی سے آنکھیں رگڑیں۔

"آپ بہت روتی ہیں ماما۔ ہر وقت روتی ہی رہتی ہیں۔" وہ خفا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ دنیا کے سارے لوگوں سے زیادہ روتی ہوں گی۔"

"نہیں تو اور تمہیں پتا ہے کہ دنیا کے سارے لوگوں سے زیادہ آنسو کس انسان نے بہائے تھے؟"

"کس نے؟" وہ حیرت بھرے اشتیاق سے اس کے قریب ہوا۔

"ہمارے باپ آدم علیہ السلام نے جب ان سے اس درخت کو چھونے کی غلطی ہوئی تھی۔" وہ نرمی سے اس کے بھورے بالوں کو سہلاتی بتا رہی تھی' اسے تیمور کو اپنی وجہ سے پریشان نہیں کرنا تھا' اس کا ذہن بٹانے میں وہ کسی حد تک کامیاب ہوگئی تھی۔

"اچھا!" وہ حیران ہوا۔ "اور ان کے بعد؟"

"ان کے بعد داؤد علیہ السلام نے' جب ان سے ایک فیصلے میں ذرا سی کمی رہ گئی تھی۔"

"اور ان کے بعد؟"

"ان کے بعد؟" اس نے گہری سانس لی۔ "پتا نہیں بیٹا! یہ تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ آپ بھی بہت روتی

ہیں مما' مگر آپ کو پتا ہے آپ جیسی مدر کسی کی نہیں ہیں۔ میرے کسی فرینڈ کی بھی نہیں' کوئی ٹیچر بھی نہیں۔

"میرے جیسی کیسی؟" اسے حیرت ہوئی۔

"آپ جیسی Noble اور Honourable۔ آپ کو پتا ہے' آپ میرے لیے پوری دنیا میں سب سے زیادہ آنریبل اور نوبل ہیں۔"

"جبکہ میں ایسی نہیں ہوں۔ تمہیں پتا ہے' noble کون تھے؟"

محمل نے ایک گہری سانس لی۔

"یوسف علیہ السلام جو پیغمبر کے بیٹے' پیغمبر کے پوتے اور پیغمبر کے پڑپوتے تھے۔"

"وہ کیوں ماما؟"

"وہ کیوں؟" اس نے زیرلب اس کا سوال دہرایا۔ بے اختیار آنکھوں میں اداسی چھا گئی۔ "کیونکہ شاید وہ بہت صبر کرنے والے تھے اور الفاظ لبوں پہ ٹوٹ گئے۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے۔ ہر بات سمجھانے والی نہیں ہوتی۔

"بتائیں نا ماما۔" وہ بے چین ہوا۔ "میں جب بھی آپ سے حضرت یوسف کی اسٹوری سنتا ہوں۔ آپ یوں ہی اداس ہوجاتی ہیں۔"

"پھر کبھی بتاؤں گی' تمہارا اسکول کب کھل رہا ہے؟" اس نے بات پلٹ دی۔

"منڈے کو۔"

"اور تمہارا ہوم ورک ڈن ہے؟"

"یہ باتیں چھوڑیں' مجھے پتا ہے آپ اپ سیٹ ہیں۔ کل آپ اور ڈیڈی ہمیشہ کے لیے الگ ہوجائیں گے' ہے نا؟" وہ ہتھیلیوں پہ چہرہ گرائے' اداسی سے بولا۔

"ہاں! ہو تو جائیں گے' تم میرے ساتھ چلو گے یا ڈیڈی کے پاس رہو گے؟" اس نے خود کو بے پروا ظاہر کرنا چاہا۔

"میں آپ کے ساتھ جاؤں گا' اس چڑیل کے ساتھ نہیں رہوں گا۔ مجھے پتا ہے ڈیڈی فوراً" شادی کرلیں گے۔" اسے شاید آرزو بہت بری لگتی تھی۔ وہ محمل کو اس پہ ترجیح دے رہا تھا۔ اسے یاد آیا' ہمایوں نے کہا تھا' وہ اس سے بہتر ہے۔

"وہ مجھ سے بہتر ہے تیمور؟" وہ ہمایوں کی اس زہریلی بات کو یاد کرکے پھر سے دکھی ہوگئی۔

"کون؟" تیمور کی سفید بلی بھاگتی ہوئی اس کے قدموں میں آبیٹھی تھی۔ وہ جھک کر اسے اٹھانے لگا۔

"آرزو۔" بہت دفعہ سوچا تھا کہ بچے سے یہ معاملہ ڈسکس نہیں کرے گی' مگر رہ نہیں سکی۔

"آرزو آنٹی؟" تیمور بلی کو بازوؤں میں اٹھا کر سیدھا ہوا۔ "وہ جو آپ کی کزن ہیں' جو ادھر آتی ہیں؟"

"ہاں' وہ ہی۔"

"وہ آپ سے اچھی تو نہیں ہیں' نہیں' بالکل نہیں۔" وہ سوچ کر نفی میں سر ہلانے لگا۔

"پھر تمہارے ڈیڈی کیوں اس سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟ کیا تم اسے ماں کے روپ میں قبول کرسکو گے؟" کہنا خود کو سمجھایا تھا کہ بچے کو درمیان میں انوالو نہیں کرے گی' مگر ہمایوں کی اس روز کی بات ابھی تک کہیں اندر چبھ رہی تھی' لیکن پھر کہہ کر خود ہی پچھتائی۔

"چھوڑو' جانے دو' یہ بلی ادھر دکھاؤ۔"

مگر تیمور الجھا الجھا سا اسے دیکھ رہا تھا۔ بلی ابھی تک اس کے بازوؤں میں تھی۔

"ڈیڈی' آرزو آنٹی سے شادی کررہے ہیں؟" اس کی آواز میں بے پناہ حیرت تھی۔

"تمہیں نہیں پتا؟"

"آپ کو یہ کس نے کہا ہے؟" وہ کنفیوزڈ بھی تھا اور حیرت زدہ بھی۔

"تمہارے ڈیڈی نے بتایا تھا اور ابھی تم خود کہہ رہے تھے کہ وہ اس سے شادی کرلیں گے۔"

تیمور اسی طرح الجھی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ موٹی بلی اس کے ننھے ننھے ہاتھوں سے پھسلنے کو بے تاب کسمسا رہی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

فیس فریش ™©

کلینزر کریم

پانچ اضافی خوبیوں کے ساتھ

1 چھائیوں، جھریوں داغ دھبوں اور کالے نشانات کو مکمل طور پر صاف کرے۔
2 آئلی سکن، نارمل سکن، اور ڈرائی سکن کیلئے یکساں مفید ہے۔
3 یہ ہر قسم کے مضر اثرات سے پاک کریم ہے۔
4 مرد و خواتین کیلئے یکساں مفید ہے۔

بہترین نتائج کے لئے کم از کم 15 دن استعمال کریں

www.facefreshproducts.com

Digital Creations

"آرزو آنٹی سے؟ نہیں ماما' ڈیڈی تو ان سے شادی نہیں کر رہے۔"

"مگر تم نے۔" لیکن تیمور کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔

"وہ تو فرشتے سے شادی کر رہے ہیں۔ آپ کو نہیں پتا؟"

اسے لگا کسی نے ڈھیروں پتھر اس کے اوپر لڑھکا دیے ہوں۔

"تیمور!" وہ درشتی سے چلائی تھی۔ "تم ایسی بات سوچ بھی کیسے سکتے ہو؟"

بلی سہم کر تیمور کے بازوؤں سے نیچے کودی۔

"آپ کو نہیں پتا ماما؟" وہ اس سے بھی زیادہ حیران تھا۔

"تم نے ایسی بات کی بھی کیسے؟ مائی گاڈ' وہ میری بہن ہے' تم نے اتنی غلط بات کیوں کی اس کے بارے میں؟" غصہ اس کے اندر سے ابلا تھا۔ وہ گمان بھی نہیں کر سکتی کہ تیمور ایسے کہہ سکتا ہے۔

"ماما! آپ بے شک ڈیڈی سے پوچھ لیں' فرشتے سے پوچھ لیں۔ وہ دونوں شادی کر رہے ہیں۔"

"شٹ اپ' جسٹ شٹ اپ' تم اس لڑکی کے بارے میں ایسی بات کر رہے ہو جو میری بہن ہے؟"

"جی ماما! اسی لیے تو ڈیڈی نے آپ کو ڈائیورس دی ہے' بی کاز شی از یور سسٹر' اور مسلم ایک ٹائم پہ دو سسٹرز سے شادی نہیں کر سکتے۔"

محمل کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ وہ شل سی بیٹھی رہ گئی۔

"آئی تھاٹ' آپ کو پتا ہے' میں نے آپ کو کہا تو تھا کہ ڈیڈی اس چڑیل سے شادی کر رہے ہیں۔"

اور تیمور فرشتے کو بھی چڑیل کہتا تھا' وہ کیوں بھول گئی؟ اس کا دماغ بری طرح چکرانے لگا تھا۔

"نہیں تیمور' وہ میری بہن ہے۔" اس کی زبان لڑکھڑائی۔

"وہ اسی لیے تو ادھر ہمارے ساتھ رہتی ہے' تاکہ جب آپ چلی جائیں تو وہ ڈیڈی سے شادی کر لے۔"

"مگر تیمور' وہ میری بہن ہے۔" اس کی آواز ٹوٹنے لگی تھی۔

"آپ نے نہیں دیکھا' جب وہ ڈیڈی کے ساتھ شام کو باہر جاتی ہیں؟" ایک دفعہ وہ مجھے بھی لے گئے تھے' وہ سمجھتے ہیں میں بچہ ہوں' مجھے کچھ پتا نہیں چلتا۔"

"مگر تیمور! وہ تو میری بہن ہے۔" وہ بکھری' شکست خوردہ سی' گھٹی گھٹی آواز میں چلائی تھی۔ اسے لگ رہا تھا' کوئی دھیرے دھیرے اس کی جان نکال رہا ہے۔ تیمور کیا کہہ رہا تھا اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"مجھے اسی لیے وہ اچھی نہیں لگتی' وچ نمبرون' اس کی وجہ سے ڈیڈی آپ کو سیپریٹ کر رہے ہیں۔ آپ نے نہیں دیکھا' جب وہ شام کو ڈیڈی کے ساتھ باہر ریسٹورنٹ جاتی ہے؟"

"نہیں' تم غلط کہہ رہے ہو' شام کو تو وہ مسجد جاتی ہے' وہ ادھر پڑھاتی ہے۔"

اسے یاد آیا' شام کو فرشتے مسجد جاتی تھی۔ یقیناً تیمور کو غلط فہمی ہوئی ہوگی' اس نے غلط سمجھا ہوگا۔

"مسجد؟" اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"یہ ساتھ والی مسجد؟ ماما' آپ کدھر رہتی ہیں؟ فرشتے تو کبھی مسجد نہیں گئی۔"

"وہ۔۔۔ وہ ادھر قرآن پڑھاتی ہے' تمہیں نہیں پتا' تیمور' وہ۔۔۔"

"وہ تو کبھی قرآن نہیں پڑھتی' میں نے آپ کو بتایا تو تھا۔"

"نہیں! وہ مجھ سے اور تم سے زیادہ قرآن پڑھتی ہے۔ اس نے۔۔۔ اس نے ہی تو مجھے قرآن سکھایا تھا۔ تم غلط کہہ رہے ہو' وہ ایسے نہیں کر سکتی۔" وہ نفی میں سر ہلاتے' اسے جھٹلا رہی تھی۔

"آپ نے کبھی اس کو قرآن پڑھتے دیکھا؟ مسجد جاتے دیکھا؟"

"وہ۔۔۔" وہ جو فرشتے کے دفاع میں' تیمور کو جھٹلانے کے لیے کچھ کہنے لگی تھی' ایک دم رک گئی۔

اس نے اسپتال سے آ کر کبھی فرشتے کو مسجد جاتے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

نہیں دیکھا تھا' کبھی قرآن پڑھتے نہیں دیکھا تھا' ہاں نمازیں وہ ساری پڑھتی تھی۔

"کم آن ماما' آپ بلقیس بوا سے پوچھ لیں' وہ مسجد نہیں جاتی' کیا آپ کو اس نے خود کہا ہے کہ وہ مسجد جاتی ہے؟" اور تیمور کے سوال کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

"اسپتال کی وجہ سے صبح کی کلاسز لینا ممکن نہیں تھا۔" فرشتے نے تو اس کے استفسار پہ مبہم سا جواب دیا تھا۔ باقی سب اس نے خود فرض کر لیا تھا۔

تو کیا تیمور سچ کہہ رہا تھا؟ نہیں' ہرگز نہیں' فرشتے اس کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ وہ تو اس کی بہت پیاری' بہت خیال رکھنے والی بہن تھی' وہ بھلا کیسے۔

"وہ مسجد نہیں جاتی' وہ ڈیڈی کے ساتھ جاتی ہے' پہلے ڈیڈی گاڑی پہ نکلتے ہیں' پھر وہ باہر نکلتی ہے' اور کالونی کے اینڈ پہ ڈیڈی اس کو پک کر لیتے ہیں' تاکہ بلقیس بوا کو پتا نہ چلے۔ میں نے ٹیرس سے بہت دفعہ دیکھا ہے' صبح بھی وہ ڈیڈی کے ساتھ ہی گئی تھی۔"

وہ پتھر بنی سن رہی تھی۔

"جب آپ اسپتال میں تھیں تب بھی وہ یوں ہی کرتے تھے۔ پر میں کوئی چھوٹا بے بی تو نہیں ہوں' مجھے سب سمجھ آتا ہے۔"

"یہ سب کب ہوا؟ کیسے ہوا؟" وہ متحیر' بے یقین سی سکتے کے عالم میں بیٹھی تھی۔ تیمور آگے بھی بہت کچھ کہہ رہا تھا' مگر وہ نہیں سن رہی تھی' تمام آوازیں بند ہو گئی تھیں۔ سب چہرے مٹ گئے تھے۔ ہر طرف اندھیرا تھا' سناٹا تھا۔

"ماما! آپ ٹھیک ہو؟" تیمور نے پریشانی سے اس کا ہاتھ ہلایا۔ وہ ذرا سی چونکی۔ آنکھوں کے آگے جیسے دھند سی چھا رہی تھی۔

"مجھے... مجھے اکیلا چھوڑ دو بیٹا۔" اس نے بے اختیار چکراتا ہوا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔

"ابھی... ابھی جاؤ یہاں سے پلیز۔"

چند لمحے وہ اداسی سے اسے دیکھتا رہا' پھر جھک کر گھاس پہ بیٹھی موٹی سفید بلی اٹھائی اور واپس پلٹ گیا۔

"کیا یہ ہی واحد وجہ ہے؟"

"کیا تمہیں بالکل امید نہیں ہے کہ وہ رجوع کرے گا؟"

"کیا تم خود کو اتنا اسٹرانگ فیل کرتی ہو کہ حالات کا مقابلہ کر لو گی؟" اس کے ذہن میں فرشتے کی باتیں گونج رہی تھیں۔

ہر شام ہمایوں گھر سے چلا جاتا۔ کسی دوست کے پاس' ہر شام فرشتے بھی گھر سے چلی جاتی۔ اس نے کبھی نہیں بتایا کہ وہ کدھر جاتی ہے۔ اس نے کبھی نہیں بتایا کہ وہ محمل کی عدت ختم ہونے کے بعد کدھر جائے گی؟ اور وہ ابھی تک ادھر کیوں رہ رہی تھی؟ کیا صرف محمل کی کیئر کے لیے؟ وہ کیئر تو کوئی نرس بھی کر سکتی تھی۔ پھر وہ کیوں ان کے گھر میں تھی؟

اس نے کبھی فرشتے کو قرآن پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ جس روز وہ مسجد گئی تھی۔ فرشتے ادھر نہیں تھی۔ وہ شام تک وہیں رہی' مگر وہ ادھر نہیں آئی۔ وہ غلط فہمی کا شکار رہی اور فرشتے نے اس کی غلط فہمی نہیں دور کی۔

اور آرزو؟ اس کا کیا قصہ تھا؟ وہ گواہ تھی کہ ہمایوں اس سے شادی کر رہا تھا۔ اس نے خود آرزو سے یہی کہا تھا مگر جب محمل نے پوچھا تھا تب اس نے کیا کہا تھا' یہ بتانا ضروری نہیں ہے۔" اس نے کبھی نہیں کہا کہ وہ آرزو سے شادی کر رہا ہے۔ فرشتے نے کبھی اس کے اور آرزو کے غیر واضح تعلق پہ فکر مندی نہیں ظاہر کی۔ وہ سب کسی سوچی سمجھی پالیسی کا حصہ تھا' وہ دونوں جانتے تھے اور ایک اسی کو بے خبر رکھا تھا۔ وہ تم سے بہتر ہے۔ یہ ہی کہا تھا ہمایوں نے' اور وہ یقیناً" فرشتے کی بات کر رہا تھا۔

لیکن وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے؟ وہ اس کے گھر میں خیانت کیسے کر سکتی ہے؟ وہ تو قرآن کی حالیہ تھی' وہ تو سچی تھی' وہ تو امانت دار تھی۔ پھر وہ کیوں بدل گئی؟ وہ جو لمحوں کی امانت کا خیال رکھتی تھی' رشتوں میں خیانت کیسے کر گئی؟

سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ دل ڈوبا جا رہا تھا۔ آج اسے لگا تھا کہ سب دھوکے باز نکلے تھے' سب خود غرض نکلے تھے۔ ہر شخص اپنی زمین کی طرف جھکا تھا۔ اس کا کوئی نہیں تھا' کوئی بھی نہیں' وہ کتنی ہی دیر ہاتھوں میں سر گرائے بیٹھی رہی۔

بہت سے لمحے سرکے' تو اسے یاد آیا کہ جہاں سب بدل گئے تھے' وہاں کوئی نہیں بھی بدلا تھا۔ جہاں سب نے دھوکا دیا' وہاں کسی نے اس کا خیال بھی رکھا تھا۔ جہاں سب ساتھ چھوڑ گئے۔ وہاں کسی نے سہارا بھی دیا تھا۔

"اوہ!" اس نے آہستہ سے سر اٹھایا اور پھر دھیرے سے وہیل چیئر کے پہیوں کو اندر کی جانب موڑا۔

اس کے کمرے میں شیلف کے اوپر اس کا سفید جلد والا مصحف قرآن رکھا تھا۔ اس نے سرعت سے اسے اٹھایا۔ اس وقت اسے اس کی بے حد ضرورت تھی۔

مصحف کے نیچے اس کا پرانا رجسٹر رکھا تھا۔ اس نے قرآن اٹھایا تو رجسٹر پھسل کر نیچے جا گرا۔ محمل نے ایک ہاتھ میں قرآن پکڑے' جھک کر رجسٹر اٹھایا۔ وہ درمیان سے کھل گیا تھا۔ اسے بند کر کے واپس رکھتے ہوئے وہ ٹھہر سی گئی' کھلے صفحے پہ سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر لکھی تھی جس پہ وہ ہمیشہ الجھتی تھی۔ حطتہ اور حنطتہ۔ یہ صفحہ بہت دفعہ کھولنے کے باعث اب رجسٹر کھولتے ہی یہ کھل جاتا تھا۔

کھلا ہوا رجسٹر اس کے دائیں ہاتھ میں تھا' اور قرآن بائیں میں' دونوں اس کے بالکل سامنے تھے۔ رجسٹر کی سطر حنطتہ کا مطلب ہوتا ہے گن۔ کے آگے صفحہ ختم تھا۔ وہ بے اختیار اس سطر کو قرآن کے سفید کور کے قریب لائی جہاں مٹا مٹا سا م لکھا تھا۔

اس نے گن اور م کو ملایا۔ دونوں کے درمیان ایک' ایک ننھا سا نقطہ تھا۔ اس نے نقطوں کو جوڑا' ادھورا لفظ مکمل ہو گیا۔

"گندم۔"

وہ ننھے نقطے دال کے دو حصے تھے۔

اسے یاد آیا وہ غلطی سے قرآن پہ رجسٹر رکھ کر لکھ رہی تھی۔ صفحہ ختم ہوا تو لاشعوری طور پہ اس نے لفظ قرآن کے کور پہ مکمل کر دیا۔ اسی وقت اسے کلاس انچارج سے ڈانٹ پڑی تو یہ بات ذہن سے محو ہو گئی۔ وہ کبھی جان ہی نہ پائی کہ یہ مٹا مٹا سا م اس ادھورے لفظ کی تکمیل تھا۔

آج برسوں بعد وہ قصہ مکمل ہو گیا تھا۔ اس کے ذہن میں ایک روشنی کا کوندا سا لپکا تھا اور ساری گتھیاں سلجھ گئی تھیں۔

بنی اسرائیل کو شہر کے دروازے میں داخل ہونے سے قبل بخشش مانگنے کا حکم ملا تھا۔ مگر وہ گندم مانگتے رہے۔ بخشش نہیں مانگی۔ یہ بنی اسرائیل کی ریت تھی اور یہ ہی ریت خود اس نے بھی دہرائی تھی۔

ہم زمانہ جاہلیت سے دور اسلام میں آ کر ایک ہی دفعہ توبہ کرتے ہیں' ساری عمر پھر عمل صالح تو کرتے رہتے ہیں' مگر بار بار کی توبہ بھول جاتے ہیں' ہم ایک کھائی سے بچ کر سمجھتے ہیں کہ زندگی میں پھر کبھی کھائی نہیں آئے گی اور اگر آئی تو بھی ہم بچ جائیں گے۔ ہم ہمیشہ نعمتوں کو اپنی نیکیوں کا انعام سمجھتے ہیں اور مصیبتوں کو گناہوں کی سزا... اس دنیا میں جزا بہت کم ملتی ہے اور اس میں بھی امتحان ہوتا ہے' نعمت شکر کا امتحان ہوتی ہے اور مصیبت صبر کا اور زندگی کے کسی نئے امتحان میں داخل ہوتے ہی منہ سے پہلا کلمہ حطتہ کا نکلنا چاہیے۔ مگر ہم وہاں بھی گندم مانگنے لگتے ہیں۔

اللہ اسے زندگی کے ایک مختلف فیز میں لایا تو اسے بخشش مانگنی چاہیے تھی۔ مگر وہ "ہمایوں" اور "تیمور" کو مانگنے لگ گئی۔ حنطتہ حنطتہ کہنے لگ گئی۔ گندم مانگنا برا نہیں تھا۔ مگر پہلے بخشش مانگنی تھی۔ وہ پہلا زینہ چڑھے بغیر دوسرے کو پھلانگنا چاہ رہی تھی اور ایسے پار کب لگا جاتا ہے؟

اسے نہیں معلوم وہ کتنی دیر تک میز پہ سر رکھے زار و قطار روتی رہی' آج اسے اپنے سارے گناہ پھر سے یاد آ رہے تھے۔ آج وہ پھر سے توبہ کر رہی تھی۔ وہ توبہ جو بار بار کرنا ہم "نیک" بننے کے بعد بھول جاتے

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

ہیں۔
زندگی میں بعض لمحے ایسے ہوتے ہیں جب آپ سے خود قرآن نہیں پڑھا جاتا۔ اس وقت آپ کسی اور سے قرآن سننا چاہتے ہیں۔ آپ کا دل چاہتا ہے کہ کوئی آپ کے سامنے کتاب اللہ پڑھتا جائے اور آپ روتے جائیں۔ بعض دفعہ آپ خوش ہونے کے لیے اس کے پاس جاتے ہیں اور بعض دفعہ صرف رونے کے لیے۔

اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ خوب روئے۔ قرآن سنتی جائے اور روتی جائے۔ تلاوت کی کیسٹوں کا ڈبہ قریب ہی رکھا تھا۔ ٹیپ ریکارڈ بھی ساتھ تھا۔ اس نے بنا دیکھے آخر سے ایک کیسٹ نکالی اور بنا دیکھے ہی ڈال دی۔ ابھی نہ وہ معانی جاننا چاہتی تھی نہ ہی قسم پہ غور و فکر کرنا چاہتی تھی۔ ابھی وہ صرف سننا چاہتی تھی، صرف رونا چاہتی تھی۔

اس نے پلے کا بٹن دبایا اور سر میز پہ رکھ دیا۔ آنسو اس کی آنکھوں سے ٹپک کر میز کے شیشے پہ گر رہے تھے۔ قاری صہیب احمد کی پُرسوز آواز دھیرے سے کمرے میں گونجنے لگی تھی۔ "والضحیٰ... قسم ہے دن کی۔"

وہ خاموشی سے سنتی رہی۔ اسے اپنی زندگی کے روشن دن یاد آرہے تھے، جب وہ اس گھر کی ملکہ تھی۔

"اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔"

اس کو وہ سناٹے بھری رات یاد آئی جب ہمایوں نے اسے طلاق دی تھی، وہ رات جب وہ یہیں بیٹھی چھت کو دیکھتی رہی تھی۔

تمہارے رب نے تمہیں اکیلا نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہے۔ (الضحیٰ 3)

اس کے آنسو روانی سے گرنے لگے تھے۔ یہ کون تھا جو اس کی ہر سوچ پڑھ لیتا تھا؟ یہ کون تھا؟

"یقیناً" تمہارے لیے انجام آغاز سے بہتر ہوگا۔" (الضحیٰ 4)

اس نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔ کیا واقعی اب بھی اس سارے کا انجام اچھا ہو سکتا تھا؟

"تمہارا رب بہت جلد تمہیں وہ دے گا جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔" (الضحیٰ 5)

ذرا چونک کر بہت آہستہ سے محمل نے سر اٹھایا۔ اللہ کو اس کی اتنی فکر تھی کہ وہ اس کے اداس دل کو تسلی دینے کے لیے یہ سب اسے بتا رہا تھا؟ کیا وہ واقعی اس سے ناراض نہیں تھا؟ کیا واقعی اس نے اسے چھوڑا نہیں تھا؟

"کیا اس نے تمہیں یتیم پا کر ٹھکانا نہیں دیا؟" (الضحیٰ 6)

وہ اپنی جگہ سن سی رہ گئی۔ یہ... یہ سب... اتنا واضح، اتنا صاف، یہ سب اس کے لیے اترا تھا؟ کیا وہ اس قابل تھی؟

کیا اس نے تمہیں راہ گم پا کر ہدایت نہیں دی؟ (الضحیٰ 7)

وہ ساکت سی سنے جا رہی تھی، ہاں، یہ ہی تو ہوا تھا۔

"اور تمہیں نادار پا کر غنی نہیں کر دیا؟" (الضحیٰ 8)

اس کے آنسو گرنا رک گئے تھے۔ کپکپاتے لب ٹھہر گئے تھے۔

"پس تم بھی یتیم پہ سختی نہ کرنا، اور سائل کو مت ڈانٹنا۔ اور اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتے رہنا۔" (الضحیٰ 9)

سورۃ الضحیٰ ختم ہو چکی تھی۔ اس کی زندگی کی ساری کہانی گیارہ آیتوں میں سمیٹ کر اسے سنا دی گئی تھی۔ وہ سورۃ جیسے ابھی ابھی آسمانوں سے اتری تھی، اس کے لیے، صرف اس کے لیے۔

اس نے تھک کر سر کرسی کی پشت پہ گرا دیا اور آنکھیں موند لیں۔ وہ کچھ دیر ہر سوچ سے بے نیاز سونا چاہتی تھی۔

پھر اٹھ کر اسے فرشتے سے ملنا تھا۔

☆ ☆ ☆

بادل زور سے گرجے تھے۔

محمل نے ایک نظر کھڑکی سے باہر پھسلتی شام پہ ڈالی

اور دوسری بند دروازے پہ۔ اس کی دوسری طرف اسے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔ ابھی چند منٹ قبل اس نے فرشتے کو گیٹ سے اندر داخل ہوتے دیکھا تھا۔ اس کے آنے کے کچھ دیر بعد ہمایوں کی گاڑی اندر داخل ہوئی تھی۔ البتہ وہ بمشکل ایک منٹ بعد ہی کچھ کاغذات اٹھا کر واپس چلا گیا تھا۔ اس کی گاڑی ابھی ابھی نکلی تھی۔

وہ کھڑکی کے اس طرف چوکیدار کو گیٹ بند کرتے دیکھ رہی تھی، جب دروازہ ہولے سے بجا۔

"محمل؟" فرشتے نے اپنے مخصوص نرم انداز میں پکارا، پھر ہولے سے دروازہ کھولا۔ اب وہ کثرت سے سلام نہیں کرتی تھی۔ محمل نے گردن موڑ کر دیکھا۔

وہ دروازے کے بیچوں بیچ کھڑی تھی۔ دراز قد، کانچ سی سنہری آنکھوں والی لڑکی، جو کھلتے گلابی رنگ کے لباس میں، سر پہ دوپٹہ لیے کھڑی تھی۔ وہ کون تھی، اسے لگا وہ اسے نہیں جانتی۔

"کیسی ہو؟" نرم سی مسکراہٹ چہرے پہ سجائے وہ اندر داخل ہوئی۔

"ملیحہ بتا رہی تھی، تم میرا پوچھ رہی تھیں۔" وہ آگے بڑھ کر عادتاً" شیلف پہ پڑی کتابیں، رجسٹر اور ٹیپ وغیرہ سلیقے سے جوڑنے لگی۔ اس کے بھورے بال کھلے تھے اور اس نے ان ہی پہ دوپٹہ لے رکھا تھا، ایسے کہ چند لٹیں باہر گر رہی تھیں۔ گلابی دوپٹے کے ہالے میں اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔

"جی۔ مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ کدھر ہیں۔" محمل نے بغور اس کو دیکھا، جو اس کے سامنے سر جھکائے کتابیں سیٹ کر رہی تھی۔

اسے ابھی بھی تیمور کی بات پہ مکمل یقین نہ تھا۔ فرشتے ایسا نہیں کر سکتی تھی، کبھی بھی نہیں، یقیناً" تیمور کو سمجھنے میں غلطی ہوئی تھی۔

"میں ایک دوست کے ساتھ تھی، کچھ شاپنگ کرنا تھی۔" بے حد رسان سے بتا کر اس نے رجسٹر ایک دوسرے کے اوپر رکھے۔

نہ اس نے جھوٹ بولا، نہ سچ بتایا۔ اس کا یقین ڈگمگانے لگا۔

"آپ نے آگے کا کیا سوچا ہے فرشتے؟ میرے جانے کے بعد آپ کیا کریں گی؟"

"ابھی پلان کروں گی، دیکھو، کیا ہوتا ہے۔" وہ اب گلدان میں رکھے گلدستے سے سوکھے پھول احتیاط سے نکال رہی تھی۔ اس کے جواب مبہم تھے... نہ سچ، نہ جھوٹ۔

"اور تم سارا دن کیا کرتی رہیں؟" اس نے چرمرائے سوکھے پھول ڈسٹ بن میں ڈالے۔

"کچھ خاص نہیں۔"

دونوں خاموش ہو گئیں، اپنی اپنی سوچوں میں گم۔

اب اس کے پاس حقیقت جاننے کا ایک ہی طریقہ تھا اور اس نے اسے استعمال کرنے کا ارادہ کیا۔

"فرشتے، وہ جسم کس کی کرسی پہ ڈالا گیا تھا؟"

"کون سا جسم؟" فرشتے نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ ہلنے سے اس کا دوپٹہ سر کنے سے بھورے بال جھلکنے لگے۔

"قرآن میں ایک جگہ ایک جسم کا ذکر ہے، جو کسی کی کرسی پہ ڈالا گیا تھا۔ آپ کو یاد ہے وہ کس کا جسم تھا؟" اس کا انداز یوں تھا جیسے وہ بھول گئی ہو۔

فرشتے نے الجھ کر چند لمحے سوچا، پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ "نہیں، مجھے نہیں یاد آرہا۔"

اور محمل کو سارے جواب مل گئے تھے۔ فرشتے قرآن بھول گئی تھی۔ اگر وہ اسے پڑھتی رہتی تو اسے یاد رہتا، لیکن وہ اسے پڑھنا چھوڑ چکی تھی اور قرآن تو چند دن کے لیے بھی چھوڑ دیا جائے تو وہ فوراً" ذہنوں سے مکمل طور پہ محو ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب اللہ کی سنت تھی اور کبھی یہ تبدیل نہیں ہوگی۔

اس نے گہری سانس لی۔

"وہ سلیمان علیہ السلام کی کرسی تھی، جس پہ ایک جسم ڈال دیا گیا تھا۔"

"اوہ اچھا۔" فرشتے نے میز پہ گرے پانی کے قطرے ٹشو سے صاف کیے۔

"کیوں کیا آپ نے ایسا، فرشتے؟" وہ بہت دکھ سے

PDF & SCAN PIAZ AHMED Friends Korner.com

بولی تھی' اب وقت آگیا تھا کہ وہ چوہے بلی کا کھیل بند کردے۔

"کیا؟" فرشتے نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے چہرے پہ صرف استفسار تھا۔

"وہ جو اس گھر میں ہوتا رہا' میں وہ سب جاننا چاہتی ہوں؟"

"مثلاً؟" اس نے ابرو اٹھائی' اس کے چہرے پہ وہ ہی نرم سا تاثر تھا۔

"سب کچھ!"

"سب کچھ؟ کس بارے میں؟ میری اور ہمایوں کی شادی کے بارے میں؟" اس کے انداز میں ندامت تھی' نہ پکڑے جانے کا خوف' وہ بہت آرام سے پوچھ رہی تھی۔

"سب کچھ!" اس نے آہستہ سے دہرایا۔

"جب ہمایوں کراچی سے آیا تو اس نے مجھے پروپوز کیا۔ وہ تمہارے ساتھ رہنا نہیں چاہتا تھا' مگر طلاق سے قبل وہ مجھ سے شادی بھی نہیں کرسکتا تھا۔ سو ہم نے ڈیسائیڈ کیا کہ جب تم ہوش میں آجاؤ تو وہ تمہیں ڈائیو رس دے دے گا اور ہم شادی کرلیں گے۔"

وہ جیسے موسم کی کوئی خبر سنا رہی تھی۔

"وہ کہتا تھا کہ علما سے فتویٰ لے لیتے ہیں' مگر میرا دل نہیں مانا' میں نے سوچا کہ کچھ وقت اور انتظار کرلیتے ہیں۔ اور پھر تم ہوش میں آگئیں۔ سو اس نے ڈائیو رس پیپرز سائن کردیے۔ مجھے پروپوز کرنے سے قبل ہی وہ تمہیں ڈائیو رس دینے کا فیصلہ کرچکا تھا' اگر یہ ضروری نہ ہوتا وہ تب بھی ایسے ہی کرتا' کیونکہ وہ یہ شادی رکھنے کو راضی نہیں تھا۔"

وہ بہت اطمینان اور سکون سے میز سے ٹیک لگائے کھڑی اس کے بارے میں ان کہے سوالات کے جوابات دے رہی تھی۔

"میں نے اس کا پروپوزل اس لیے قبول کرلیا کیونکہ طلاق کے بعد اس کو بھی کسی نہ کسی سے شادی کرنی تھی اور مجھے بھی اور چونکہ ہم دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح سے جانتے اور سمجھتے تھے' سو اس کا پروپوزل میرے لیے بہترین چوائس تھا۔ میں اس کو تمہارے ساتھ تعلق کو قائم رکھنے پہ مجبور نہیں کرسکتی تھی' نہ ہی وہ کسی کی مانتا ہے۔ سو شرعی لحاظ سے میرے پاس پروپوزل قبول کرنے کا حق تھا سو میں نے وہ استعمال کیا۔"

اس کے پاس دلائل تھے' توجیہات تھیں' ٹھوس اور وزنی شرعی سہارے تھے۔ محمل خاموشی سے اس کی ساری باتیں سنتی رہی' وہ ذرا دیر کو چپ ہوئی تو اس نے لب کھولے۔

"اور جب ہمایوں نے آپ سے میرے اور فواد کے تعلق کی نوعیت اور ان تصاویر کے بارے میں پوچھا تھا' تب آپ نے کیا کہا تھا؟" اس نے اندھیرے میں تیر چلایا تھا۔

"وہ ہی جو سچ تھا۔" وہ اب بھی پرسکون تھی۔ "اس کو معیز نے کچھ تصویریں اور وہ ایکری منٹ لاکر دکھایا تھا جو ہم نے فواد سے طے کیا تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ تم نے اس کے بارے میں ہمایوں کو بتادیا ہوگا' میں نے اس کے غصے کے ڈر سے خود نہیں بتایا تھا۔ مگر تم نے بھی نہیں بتایا تو اس کا غصہ کرنا لازمی تھا۔ اس نے مجھے بلایا' پھر وہ مجھ پہ چیخا' چلایا' میں چپ کرکے سنتی رہی' اس نے پوچھا کہ یہ ایکری منٹ سچا ہے یا جھوٹا۔ میں نے سچ بولا۔ وہ غصے سے چلاتا رہا' اسے دکھ تھا کہ ہم دونوں نے اس پہ ٹرسٹ نہیں کیا۔ پھر اس نے وہ تصویریں مجھے دکھائیں اور پوچھا کہ وہ سچ ہیں یا جھوٹ؟ میں نے سچ ہی بولا۔"

"کیا بولا؟" محمل نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"یہ ہی کہ مجھے معلوم نہیں اور مجھے واقعی معلوم نہیں تھا۔"

اور وہ اسے دیکھتی رہ گئی' یہ فرشتے کا سچ تھا؟

"پھر اس نے پوچھا کہ معیز جو باتیں اسے بتا گیا ہے وہ سچ ہیں یا جھوٹ؟ وہ اسے یہ بتا کر گیا تھا کہ تمہارا اور فواد کا افیئر تھا اس رات فواد نے تمہیں پروپوز کرنا تھا' کوئی رنگ بھی دی تھی غالباً" اور پھر اس نے تمہیں بہانے سے ہمایوں کے گھر بھیج دیا۔ اس رنگ کا ذکر فواد

کی اس فون کال میں بھی تھا جو ہمایوں نے ٹیپ کی تھی۔ یہ بات اس نے بے اختیار کردی تھی' پھر ظاہر ہے معیز نے یاد دلایا تو وہ اٹک گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا تو میں نے سچ بولا۔"

اب کی بار وہ خاموش رہی۔ اس نے نہیں پوچھا کہ فرشتے کا سچ کیا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ وہ کیا کہنے جارہی ہے۔

"میں نے اسے بتا دیا کہ میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی' نہ ہی تم نے کبھی مجھے اس معاملے میں رازدار بنایا ہے۔ اس نے اس رات کے متعلق پوچھا تو میں نے سچ سچ بتایا کہ فواد تمہیں پرپوز کرنے کے بہانے سے ہی ڈنر پہ لے کر جارہا تھا۔ تم نے مجھے یہ ہی بتایا تھا' سو میں نے بھی اس کو بتادیا۔"

وہ چپ چاپ پلک تک سامنے کھڑی مطمئن سی لڑکی کو دیکھتی رہی' جس کے چہرے پہ ملال تک نہ تھا۔ وہ اس کا ایک راز تک نہیں سنبھال سکی تھی۔

وہ سچ کیسے ہوسکتا ہے' جس میں کسی امانت کا خون شامل ہو؟ وہ تو اسے جانتی تھی' وہ اس کی بہن تھی' کیا وہ اس کی پردہ پوشی نہیں کرسکتی تھی؟ فواد نے کبھی نہیں کہا تھا کہ وہ اسے پرپوز کرنے جارہا ہے۔ یہ سب تو اس نے خود اخذ کیا تھا۔ اس سے ایک غلطی ہوئی تھی۔ وہ سمجھی تھی کہ وقت کی دھول نے اس غلطی کو دبا دیا ہوگا' مگر لڑکیوں کی کچی عمر کی نادانیاں اتنی آسانی سے کہاں دبتی ہیں۔

"اس ٹیپ میں کسی رنگ کا بھی ذکر تھا۔ ہمایوں نے اسے بار بار سنا' وہ بھی یہ غصہ ہوتا رہا کہ میں نے اسے بے خبر کیوں رکھا' پھر اس نے اپنا ٹرانسفر کراچی کروالیا۔"

وہ اب کھڑکی سے باہر لان کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"وہاں کراچی میں اسے آرزو ملی۔ اس کے فادر کی ڈیتھ کے بعد کریم چاچا اور غفران چچا نے اس کا حصہ بھی دبالیا تھا۔ سو اس نے سوچا کہ ایک تیر سے دو شکار کرتے ہیں۔ اس نے فواد سے تمہارا اور میرا سائن کردہ کاغذ لیا اور معیز کے ہاتھوں ہمایوں کو بھجوایا۔ فواد' آرزو کو پسند کرنے لگا تھا' وہ اب اس سے شادی کرنا چاہتا تھا' وہ اسے اپنانے کے لیے تڑپ رہا تھا۔ مگر آرزو کو ہمایوں بہتر لگا' سو اس نے چاہا کہ ہمایوں تمہارا حصہ قانونی طور پہ آغا کریم سے واپس لے' اس کا حصہ لینے میں بھی مدد کرے' تاکہ جب وہ ہمایوں سے شادی کرے تو تمہارے حصے پہ بھی وہ قابض ہوسکے جو ہمایوں کی ملکیت میں ہوگا' اور نیچرلی' تمہارے بارے میں وہ پریقین تھی کہ تم کبھی نہیں اٹھو گی۔"

بادل ایک دفعہ پھر زور سے گرجے' دور کہیں بجلی چمکی' شام کی نیلاہٹ سارے میں بھر رہی تھی۔

وہ ابھی تک خاموشی سے فرشتے کو سن رہی تھی۔

"مگر ہمایوں کو فواد سے ضد ہوگئی تھی۔ صرف اس لیے کہ فواد آرزو کو پسند کرتا ہے' اس نے آرزو کو اپنے قریب آنے دیا۔ فواد ہمایوں کی منتیں کرتا رہا کہ وہ آرزو کو چھوڑ دے' مگر ہمایوں اس سے اپنے سارے بدلے چکانا چاہتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ فواد نے اس کی محبت کو اس سے چھینا ہے' وہ بھی اس کی محبت کو ویسے ہی چھینے گا۔ وہ آرزو سے کبھی بھی شادی نہیں کررہا تھا' مگر اس نے آرزو کو دھوکے میں رکھا۔ ابھی مجھے ڈراپ کرکے وہ آرزو کے پاس ہی گیا ہے' اس کو یہ بتانے کہ جیسے وہ اس کو استعمال کررہی تھی' وہ بھی ویسے ہی اسے استعمال کررہا تھا۔ وہ شدت پسند لڑکی ہے' جانے غصے میں کیا کر ڈالے۔ مگر جو بھی ہو' وہ آج اسے آئینہ دکھا کر ہی واپس آئے گا۔"

کھڑکی کے بند شیشے پہ کسی اڑتی چڑیا نے زور کی چونچ ماری' پھر چکرا کر پیچھے کو گری' بادل وقفے وقفے سے گرج رہے تھے۔

"شاید تم یہ سمجھو کہ میں نے تمہارے ساتھ برا کیا ہے یا یہ کہ مجھے ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ لیکن تم یہ سوچو کہ میں پھر اور کیا کرتی؟ میں ہمایوں سے بہت محبت کرتی تھی اور کرتی ہوں۔ مگر جب مجھے لگا کہ تم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہو تو میں درمیان سے نکل گئی' لیکن اب وہ تمہیں نہیں چاہتا' اور مجھے بھی کسی نہ کسی

سے شادی تو کرنی تھی۔ مجھے بتاؤ میں نے کیا غلط کیا؟ میرے دین نے مجھے پروپوزل سلیکٹ کرنے کا اختیار دیا تھا۔ سو میں نے اسے استعمال کیا۔ تم کسی بھی مفتی سے پوچھ لو' اگر کوئی عورت' شوہر کی ضروریات پوری کرنے کے قابل نہ رہی ہو تو شوہر دوسری شادی کر سکتا ہے' اور اس میں کسی کی حق تلفی کی کوئی بات نہیں ہے۔ نہ ہی قطع رحمی کا عنصر شامل ہے' یاد کرو' سورۃ نساء میں ہم نے کیا پڑھا تھا' کہ اگر کوئی ایک حقوق ادا نہ کر سکے تو پھر اپنے حقوق چھوڑ دے' الگ ہو جائے کہ اللہ دونوں کے لیے وسعت پیدا کر دے گا۔"

اپنے مطلب کی آیات اسے آج بھی یاد تھیں۔

"آئی ہوپ کہ اب تمہاری کنفیوژن اور اعتراضات دور ہو گئے ہوں گے۔ میں نے سات سال تمہاری خدمت کی' حالانکہ یہ میرا فرض نہیں تھا' مگر اس لیے کہ تم کبھی یہ نہ سمجھو کہ میں تم سے پیار نہیں کرتی۔ میں آج بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ تم نے ایک دفعہ مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ضرورت پڑنے پہ تم میرے لیے اپنا حق چھوڑ دو گی' فواد نے تمہاری گردن پہ پستول رکھا تھا' تمہیں بچانے کے لیے میں نے اپنا حق چھوڑا تھا۔ یہ باتیں میں نے آج کے دن کے لیے سنبھال رکھی تھیں' تاکہ آج میں تم سے تمہارے وعدے کی وفا مانگ سکوں۔"

وہ خاموش ہو گئی' اب وہ محمل کے بولنے کی منتظر تھی۔

محمل چند لمحے اس کا چہرہ دیکھتی رہی' پھر آہستہ سے لب کھولے۔

"آپ نے کہہ لیا جو آپ نے کہنا تھا؟"

"ہاں۔"

"کیا اب آپ میری سنیں گی؟" اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"ہاں۔"

"تو پھر سنئے' اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔" اس نے تعوذ پڑھا تو فرشتے نے ذرا الجھ کر اسے دیکھا۔ مگر وہ رکی نہیں تھی' بہت دھیمے' مگر مضبوط لہجے میں وہ عربی میں اسے کچھ سنانے لگی تھی۔ وہ عربی جو ان دونوں کی سمجھ میں آتی تھی۔

"اور اسی طرح ہم کھول کھول کر آیات بیان کرتے ہیں' شاید کہ وہ پلٹ آئیں... شاید کہ وہ پلٹ آئیں۔"

فرشتے کی آنکھوں میں الجھا سا تاثر ابھرا۔ محمل بنا پلک جھپکے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پڑھتی جا رہی تھی۔

"ان لوگوں کو اس شخص کی خبر پڑھ کر سناؤ جس کو ہم نے اپنی آیات دی تھیں۔ جس کو ہم نے اپنی "آیات" دی تھیں۔ پھر وہ ان سے نکل بھاگا تو اس کے پیچھے شیطان لگ گیا' تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔"

فرشتے کی بھوری آنکھوں میں بے چینی ابھری تھی۔ "محمل! میری بات سنو۔"

مگر وہ نہیں سن رہی تھی۔ وہ پتلیوں کو حرکت دیے بنا نگاہیں اس پہ مرکوز کیے کہتی جا رہی تھی۔

"تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔" اس کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ "اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان ہی آیات کے ساتھ بلندی عطا کرتے' لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا۔"

"محمل چپ کرو۔" وہ زیر لب بڑبڑائی تھی' مگر محمل کی آواز اونچی ہو رہی تھی۔

"لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا اور اس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی۔ تو اس کی مثال کتے جیسی ہے۔ تو اس کی مثال کتے جیسی ہے۔"

"اگر تم اس پہ حملہ کرو تو وہ زبان باہر نکالتا ہے' یا تم اس کو چھوڑ دو تو بھی وہ زبان باہر نکالتا ہے۔"

"خاموش ہو جاؤ! خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ!" اس نے تڑپ کر محمل کے منہ پہ ہاتھ رکھنا چاہا' اس کا دوپٹہ کندھوں سے پھسل گیا تھا' کھلے بال شانوں پہ آگرے تھے۔

محمل نے سختی سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔ اسی میکانکی انداز میں اسے دیکھتی پڑھتی جا رہی تھی۔

"جسے اللہ ہدایت بخشے' بس وہی ہدایت پانے وا

ہے اور جسے اللہ بھٹکا دے' بس وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔"

اس کے ہاتھ بے دم ہو کر اپنی گود میں آگرے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتی گھٹنوں کے بل اس کے قدموں میں گری تھی۔

"بے شک ہم نے جہنم کے لیے بہت سے جنوں میں سے اور بہت سے انسانوں میں سے پیدا کیے ہیں۔ ان کے پاس دل ہیں۔ وہ ان سے کچھ نہیں بھی سمجھتے اور ان کے لیے آنکھیں ہیں' وہ ان سے کچھ بھی نہیں دیکھتے۔ اور ان کے لیے کان ہیں۔ وہ ان سے کچھ بھی نہیں سنتے۔ یہی لوگ مویشیوں کی طرح ہیں' بلکہ یہ تو زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غافل ہیں' جو غافل ہیں' جو غافل ہیں۔" وہ کسی معمول کی طرح بار بار وہی الفاظ دہرا رہی تھی۔

فرشتے سفید چہرہ لیے بے دم سی بیٹھی تھی۔ اس کے لب ہولے ہولے کپکپا رہے تھے۔ محمل نے آہستہ سے پلک جھپکی تو دو آنسو ٹوٹ کر اس کی آنکھوں سے گرے۔

"اور اسی طرح ہم کھول کھول کر آیات بیان کرتے ہیں' شاید کہ وہ پلٹ آئیں!"

اس نے وہیل چیئر کے پہیوں کو دونوں اطراف سے تھاما اور اس کا رخ کھڑکی کی طرف موڑا وہ آہستہ آہستہ وہیل چیئر کو کھڑکی کی طرف بڑھانے لگی۔

فرشتے پیچھے بیٹھی رہ گئی تھی۔ محمل نے پلٹ کر اسے نہیں دیکھا۔ وہ ابھی پلٹنا نہیں چاہتی تھی۔

"اور اسی طرح ہم کھول کھول کر آیات بیان کرتے ہیں' شاید کہ وہ پلٹ آئیں۔!" وہ کھڑکی کے پار دیکھتے ہوئے زیر لب بڑبڑائی تھی۔

فرشتے سے مزید کچھ سنا نہیں گیا۔ وہ تیزی سے اٹھی' اور منہ پہ ہاتھ رکھے بھاگتی ہوئی باہر نکل گئی۔

محمل اسی طرح نم آنکھوں سے باہر چمکتی بجلی کو دیکھتی رہی۔

☆ ☆ ☆

وہ تب بھی کھڑکی کے سامنے بیٹھی تھی جب ہمایوں کی گاڑی اندر آئی۔ اور تب بھی' جب رات ہر سو چھا گئی۔ اس کی اس گھر میں آخری رات۔ اور وہ اسے سکون سے گزارنا چاہتی تھی۔ تب اس نے بلقیس کو بلوایا جس نے اسے بستر پہ لیٹنے میں مدد دی۔ پھر وہ آنکھوں پہ بازو رکھے' کب گہری نیند میں چلی گئی۔ اسے پتہ ہی نہ چلا۔

اس کے ذہن میں اندھیرا تھا' گھپ اندھیرا جب اس نے وہ آواز سنی۔ تاریکی کو چیرتی' مدھر سی آواز۔ اپنی جانب کھینچتی آواز۔

محمل نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔

کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا۔ کھڑکی کے آگے پردے پڑے تھے۔ وہ رات کے وقت شیشے کے پٹ کھول کر رکھتی تھی تاکہ جالی سے ہوا اندر آئے۔ وہیں باہر سے کوئی آواز آ رہی تھی۔

اس نے بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ ہاتھ مارا' اور بٹن دبایا۔ ٹیبل لمپ فوراً" جل اٹھا۔ روشنی سامنے دیوار گیر گھڑی پہ پڑی۔ رات کا ایک بج رہا تھا۔ وہ مدھم سی' دکھ بھری آواز ابھی تک آ رہی تھی۔

اس نے رک کر سننا چاہا۔ لفظ کچھ کچھ سنائی دینے لگے تھے۔

"اللھم جعل فی قلبی نورا"

(اے اللہ' میرے دل میں نور ڈال دے)

محمل نے بے اختیار سائیڈ ٹیبل پہ رکھی بیل پہ ہاتھ مارا۔

"وفی بصری نورا"

(اور میری بصیرت میں نور ہو)

بلقیس تیزی سے دروازہ کھول کر اندر آئی تھی۔ محمل کی وجہ سے وہ کچن میں ہی سوتی تھی۔

"جی بی بی؟"

"مجھے بٹھا دو' بلقیس!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں وہیل چیئر کی طرف اشارہ کیا۔ بلقیس سر ہلا کر آگے بڑھی' تب ہی کھڑکی کے اس پار سے آواز آئی۔

"وفی سمعی نورا"

(اور میری سماعت میں نور ہو)

FIAZ AHMED
Scan & PDF
Friends Forever

بلقیس چونک کر کھڑکی کو دیکھنے لگی، پھر سر جھٹک کر اس کی طرف آئی۔

"وعن یمینی نورا" وعن یساری نورا""

(اور میرے دائیں جانب اور بائیں جانب نور ہو)

بہت احتیاط سے بلقیس نے اسے وہیل چیئر پہ بٹھا دیا۔

"اب تم جاؤ۔" اس نے اشارہ کیا۔ بلقیس سر ہلاتی متذبذب سی واپس پلٹی۔

"وفوقی نورا" وتحتی نورا"

(اور میرے اوپر اور نیچے نور ہو)

مدھم چاندنی کی چاشنی میں ڈوبی آواز ہر شے پہ چھا رہی تھی۔ محمل نے وہیل چیئر کا رخ باہر کی جانب موڑا۔

"وامامی نورا" وخلفی نورا" (اور میرے آگے پیچھے نور ہو) آواز میں اب آنسو گرنے لگے تھے۔

وہ وہیل چیئر کو بمشکل گھسیٹتی باہر لائی۔

"واجعل لی نورا")

(اور میرے لیے نور بنا دے)

چاندنی میں ڈوبا برآمدہ سنسان پڑا تھا۔ وہ مترنم، غم زدہ آواز لان سے آ رہی تھی۔

"وفی لسانی نورا" وعصبی نورا"" (اور میری زبان اور اعصاب میں نور ہو)

اس نے سوز میں پڑھتے ذرا سی ہچکی لی۔

محمل آہستہ آہستہ برآمدے کی آرام دہ ڈھلان، سے نیچے وہیل چیئر کو اتارنے لگی۔ یہ ڈھلان فرشتے نے ہی اس کے لیے لگوائی تھی۔

"ولحمی نورا" ودمی نورا""

(اور میرے گوشت اور لہو میں نور ہو)

لان کے آخری سرے پہ دیوار سے ٹیک لگائے ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ اس کا سر نڈھال سا دیوار سے ٹکا تھا۔ آنکھیں بند تھیں جن سے قطرہ قطرہ آنسو ٹوٹ کر رخسار پہ گر رہے تھے۔ لمبے بھورے بال شانوں پہ پڑے تھے۔

"وشعری نورا" وبشری نورا" (اور میرے بال و کھال میں نور ہو)

محمل وہیل چیئر کو گھاس پہ آگے بڑھانے لگی۔ گھاس کے تنکے پہیوں کے نیچے چرمرانے لگے تھے۔

"واجعل لی نفسی نورا" واعظم لی نورا"" (اور میرے نفس میں نور ہو اور میرے لیے نور کو بڑھا دے)

وہ اسی طرح آنسو بہاتی بند آنکھوں سے، بے خبر سی پڑھتی جا رہی تھی۔

محمل وہیل چیئر اس کے بالکل سامنے لے آئی۔

اللھم اعطنی نورا"

(اے اللہ، مجھے نور عطا کر دے!)

چاندنی میں اس کے آنسو موتیوں کی طرح چمک رہے تھے۔

"فرشتے!" اس نے ہولے سے پکارا۔

فرشتے کی آنکھوں میں جنبش ہوئی۔ اس نے پلکیں جدا کیں اور محمل کو دیکھا۔ وہ شاید بہت روئی تھی۔ اس کی آنکھیں متورم، سرخ تھیں۔

"کیوں رو رہی ہیں؟" اس کے اپنے آنسو گرنے لگے تھے۔ یہ وہ لڑکی تھی جس نے اسے قرآن سنایا تھا، قرآن پڑھایا تھا۔ اس کی جان ان لوگوں سے چھڑائی تھی سات سال اس کی خدمت کی تھی۔ بہت احسان تھے اس کے محمل پہ۔ اور آج اس نے اسے رلا دیا!

"مجھے رونا ہی تو چاہیے" وہ سر اٹھا کر چاند کو دیکھنے لگی" میں نے بہت زیادتی کی ہے محمل، بہت زیادتی۔"

وہ خاموشی سے اس کو سنے گئی۔ شاید ابھی فرشتے نے بہت کچھ کہنا تھا، وہ سب جو وہ پہلے نہیں کہہ سکی۔

"میں نے سات سال توجیہات جوڑیں، دلیلیں اکٹھی کیں، اور تم نے سات آیتوں میں انہیں ریت کا ڈھیر بنا دیا۔ میں نے خود کو بہت سمجھایا تھا۔ بہت یقین دلایا تھا کہ یہی صحیح ہے مگر آج میرا یقین ٹوٹ گیا ہے۔ محمل میں خود غرض ہو گئی تھی، کتے کی طرح خود غرض، جو ہڈی نہ ڈالنے پہ بھی زبان نکالتا ہے۔"

اس کی اوپر چاند کو تکتی آنکھوں سے قطرے گر رہے تھے۔

"کبھی تم نے میری چاندی کی وہ انگوٹھی دیکھی ہے محمل؟ تم نے کبھی نہیں پوچھا کہ وہ مجھے کس نے دی تھی؟ جانتی ہو، وہ مجھے میری خالہ نے دی تھی۔ وہ انہوں نے اپنی بہو کے لیے رکھی تھی، اور اپنی وفات سے قبل وہ بہت بیمار تھیں، انہوں نے وہ مجھے پہنا دی۔ میری امی ان کا مطلب سمجھتی تھیں، مگر خاموش رہیں۔ وہ وقت آنے پہ ہمایوں سے بات کرنا چاہتی تھیں، مگر وقت نہیں آیا۔ آ ہی نہیں سکا۔ امی فوت ہوئیں تو میں چپ چاپ مسجد چلی گئی۔ میں برسوں انتظار کرتی رہی کہ ہمایوں کبھی تو اس انگوٹھی کے بارے میں پوچھے گا، مگر اس نے نہیں پوچھا۔ پھر میں نے صبر کر لیا، مگر انتظار تو مجھے تھا نا۔ میں نے بچپن سے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام سنا تھا، مجھے اس پہ اپنا ہی حق لگتا تھا۔ اور جب ایک روز ہمایوں نے مجھے کہا کہ مجھے شادی کے بارے میں سوچنا چاہیے، تو میں نے اس کو خالہ کی خواہش کے بارے میں بتانے کا سوچا۔

اس رات میں بہت دیر تک مسجد کی چھت پہ بیٹھی رہی تھی، اور جب میں فیصلہ نہ کر پائی تو دعائے نور پڑھنے لگی۔ تمہیں پتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعا کا ایک حصہ سجدے میں پڑھا کرتے تھے؟ اور یہ دعا قرآن سمجھنے میں مدد دیتی ہے میں جب بھی فیصلہ نہ کر پاتی، اس دعا کو پڑھتی۔ اس رات بھی میں پڑھ کر ہٹی ہی تھی کہ تم ہماری چھت پہ آئیں، اور پھر تم ہماری زندگی میں بھی آ گئیں۔

میں نے آج تک تمہارے لیے جو بھی کیا ہے، وہ اللہ کے لیے کیا تھا۔ مجھے یاد بھی نہیں کہ میں نے کیا کیا تھا، پھر جب میں نے ہمایوں کو تمہارے لیے مسکراتے دیکھا اور اس کے لیے تمہاری آنکھوں کو چمکتے دیکھا تو میں نے سوچا کہ تمہیں آگاہ کر دوں، اور تمہیں یاد ہے جب ہسپتال میں تم ہمایوں کو دیکھنے آئی تھیں، تو میں تمہیں بتانے ہی والی تھی۔ مگر تم نے نہیں سنا، تب میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں پیچھے ہٹ جاؤں گی۔ قربانی دے دوں گی۔ تب میرا جینا، اور میرا مرنا، اور میری نماز اور میری قربانی صرف اللہ کے لیے تھی۔ میں نے ہر چیز بہت خلوص دل سے کی۔ خود تمہاری شادی کروائی اور اپنے تئیں میں مطمئن تھی۔ لیکن۔

جب تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا اور میں پاکستان واپس آئی تو مجھے پہلی دفعہ لگا کہ شاید تم زندہ نہ رہ سکو، اور ہمایوں میرا نصیب۔ اور اس سے آگے سوچنے سے بھی میں ڈرنے لگی تھی۔ سو واپس چلی گئی۔ مگر ہمایوں جب بھی کال کرتا اور تمہاری مایوس کن حالت کی خبر دیتا تو مجھے لگتا شاید یہی تقدیر ہے۔ شاید تم ہمیں چھوڑ جاؤ، تب ہمایوں میرے پاس واپس آ جائے۔ مجھے لگا میری قربانی قبول ہو گئی ہے۔ اس کا انعام مجھے دیا جانے لگا ہے۔ مجھے بھول گیا کہ وہ قربانی تو اللہ کے لیے تھی، اللہ کو پانے کے لیے تھی، دنیا کے لیے یا ہمایوں کے لیے تو نہیں تھی۔ مگر تمہاری طرف سے ہم اتنے مایوس ہو گئے تھے کہ آہستہ آہستہ مجھے سب بھولتا گیا۔ میں ہر نماز میں، ہر روز تلاوت کے بعد ہمایوں کو خدا سے مانگنے لگی۔ میں آہستہ آہستہ زمین کی طرف جھکنے لگی تو میرے ساتھ شیطان لگ گیا۔"

اس کی اٹھی لمبی گردن پہ آنکھوں سے نکلتے آنسو پھسل رہے تھے۔ اس کی نگاہیں ابھی بھی اوپر چاند پہ ٹکی تھیں۔ شاید وہ ابھی محمل کو نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

"جب میں دوبارہ واپس آئی تو اپنی "زمین" کی طرف جھکی ہوئی آئی، اس امید پہ تمہاری خدمت کرنے آئی کہ شاید یہی دیکھ کر ہمایوں کا دل میری طرف کھنچ جائے۔ میری اس انتھک خدمت میں ریا شامل ہو گئی۔ مجھے اس وقت سے ڈر نہیں لگا جب میں حشر کے بڑے دن اپنے رب کے سامنے اپنے اعمال نامے میں ان بڑی بڑے نیکیوں پہ کاٹا لگے دیکھوں گی کہ یہ تو ریا کے باعث ضائع ہو گئیں، قبول ہی نہیں کی گئیں۔ مجھے ڈر نہیں لگا۔ میں ریاکاری کرتی گئی مگر یقین کرو، قرآن مجھ سے نہیں چھوٹا۔ میں تب بھی روز اسے پڑھتی تھی مگر میرا جینا مرنا، نماز اور قربانی ہمایوں کے لیے ہو گئی۔"

یکدم بادل زور سے گرجے اور اگلے ہی لمحے بارش

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کے ٹپ ٹپ قطرے گرنے لگے مگر وہ دونوں بے خبر بیٹھی تھیں۔

"پھر ایک دن معیز چلا آیا' اسے آرزو نے بھیجا تھا۔ وہ ان گزرے سالوں میں کئی دفعہ ہمایوں سے رابطے کی کوشش کر چکی تھی مگر اس نے جب توجہ نہ دی تو اس نے معیز کو بھیجا۔ اس کے پاس تصویریں تھیں اور وہ کاغذ۔ ہمایوں نے مجھ سے پوچھا تو کاغذ کی بابت میں نے سچ بولا' مگر جب اس نے تصویریں میرے سامنے پھینکیں تو میں خاموش ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ جعلی ہیں' مگر ٹیکنیکلی — میں نہیں جانتی تھی کہ وہ سچ ہیں یا نہیں۔

میرے پاس کوئی ثبوت نہ تھا مگر میرا دل... بار بار کوئی میرے اندر وہ آیت دہرا رہا تھا کہ

"کیوں نہیں تم نے کہا کہ یہ کھلم کھلا بہتان ہے۔"

وہ آیت بھی ایک ایسی محترم ہستی کے لیے نازل ہوئی تھی جس کے اوپر لگے بہتان کی حقیقت سے مومنین بے خبر تھے' پھر بھی اللہ نے ان کو سرزنش کی کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کردار کی کتنی سچی ہے' تم نے اس کی حمایت نہیں کی؟

میں ہمایوں کے سامنے سر جھکائے کھڑی تھی۔ وہ میرے اوپر چلا رہا تھا اور مسلسل کوئی میرے اندر کہہ رہا تھا کہ کہو ہذا افک مبین" (یہ بہتان ہے کھلم کھلا) میں نے سر اٹھایا' ایک نظر ہمایوں کو دیکھا' وہ ہمایوں جس سے میں نے بہت محبت کی تھی اور پھر میں نے کہہ دیا کہ میں اس بارے میں لاعلم ہوں۔

تب ایک دم میرے اندر باہر خاموشی چھا گئی۔ وہ آواز آنا بند ہو گئی۔ تب ہمایوں نے معلوم نہیں کہاں سے وہ ٹیپ نکالی اور مجھے سنوائی۔ اس میں کسی انگوٹھی کا تذکرہ تھا۔ اس نے معیز کی کہی بات دہرائی کہ کیا اس روز فواد تمہیں پروپوز کرنے کا جھانسہ دے کر باہر لے کر گیا تھا؟ تب پھر سے کسی نے میرے اندر کہا۔

"اللہ خیانت کار کی چال کی راہنمائی نہیں کرتا۔"

مگر اب وہ آواز کمزور پڑ چکی تھی۔ مجھے امانت کے سارے سبق بھول گئے۔ میں نے اسے وہ بتا دیا جو تم نے مجھے بتایا تھا۔ تب وہ مجھ پہ بہت چیخا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنی بہن کو بچانے کے لیے اس کے سر تھوپ دیا ہے۔ اس نے بہت مشکل سے دل بڑا کر کے اس بات کو نظر انداز کیا تھا کہ تم کس طرح پہلی دفعہ اس کے گھر لائی گئی تھیں۔ مگر یہ بات کہ فواد کا اور تمہارا کوئی افیر تھا۔ اس کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ میرے ایک فقرے نے ہر چیز پہ تصدیق کی مہر لگا دی۔ وہ مجھ پہ کبھی ایسے نہیں برسا تھا۔ جیسے اس رات برسا تھا۔ میں ساری رات روتی رہی۔ نامعلوم غم کس بات کا زیادہ تھا۔ خیانت کا' یا ہمایوں کے رویے کا۔ میں نے واپس جانے کا فیصلہ کیا۔ مگر ہمایوں نے اگلی صبح مجھ سے ایکسکیوز کر لیا۔ میں چپ چاپ سنتی رہی۔ تب آخری دفعہ میرے دل سے آواز آئی کہ اس کو بتا دو کہ کہ تم نے جھوٹ بولا تھا۔

مگر میں چپ رہی۔ میں نے خواہشات کی پیروی میں چلنا شروع کر دیا۔ اور میں بھٹک گئی۔ وہ کراچی چلا گیا اور میں کئی دن تک تمہیں دیکھنے ہسپتال نہیں جا سکی پھر میں مسجد بھی نہیں جا سکی۔ جس دن میں نے خیانت کی' محمل اس دن سے آج کے دن تک تین ساڑھے تین سال ہونے کو آئے ہیں' میں قرآن نہیں کھول پائی۔ ہاں نمازیں میری آج بھی ویسی ہی لمبی ہیں میں سجدوں' میں گر کر ہمایوں کو اب بھی مانگتی ہوں' مگر قرآن پڑھنے کا وقت ہی نہیں ملا۔

بارش تڑاتڑ برس رہی تھی۔ فرشتے کے بھورے بال بھیگ چکے تھے۔ موٹی موٹی گیلی لٹیں' چہرے کے اطراف میں چپک گئی تھی۔ وہ ابھی تک اوپر چاند کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ کراچی سے آیا تو بدل گیا تھا۔ پھر ایک روز اس نے مجھے پروپوز کیا۔ اچانک بالکل اچانک سے اور مجھے لگا میری ساری قربانیاں مستجاب ہو گئی ہیں۔ پھر مڑ کر پیچھے دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ وہ تم سے بہت بدظن ہو چکا تھا۔ مگر میں نے اسے مجبور کیا کہ کہ وہ تمہارا علاج کروانا نہ چھوڑے۔"

موسلا دھار بارش میں بار بار بجلی چمکتی تو بل پھر کا سارا لان روشن ہو جاتا۔

"فواد نے کئی دفعہ فون کر کے تمہارا پوچھنا چاہا' میں نے اسے کبھی کچھ نہیں بتایا' بس اس کی بات سن کر کچھ کہے بنا ہی بند کر دیتی۔ وہ بہت بدل گیا ہے۔ مجھے لگتا تھا کہ اگر اک دفعہ اسے اس سارے کھیل کا علم ہو گیا تو وہ ہمایوں کے پاس آ کر اسے سب بتا دے گا۔ مشکل ہی تھا کہ ہمایوں اس کا یقین کرے مگر اس ڈر سے میں نے اسے کبھی کچھ پتا نہیں لگنے دیا۔"

"مجھے ہمایوں نہیں چاہیے فرشتے!" وہ روتے ہوئے بولی تھی "مجھے اپنی بہن چاہیے!"

"مجھے بھی ہمایوں نہیں چاہیے۔ مجھے بھی اپنی بہن ہی چاہیے!" اس نے بھیگی آنکھوں کا رخ پہلی دفعہ محمل کے چہرے کی طرف کیا۔ محمل نے اس کے گھٹنوں پہ رکھے ہاتھ پکڑ لیے۔ ان میں آج چاندی کی وہ انگوٹھی نہیں تھی۔

بارش زور سے ان دونوں پہ برس رہی تھی۔

"میں نے فواد کو فون کر دیا ہے۔ وہ پہنچنے والا ہو گا۔ وہ خاصا سمجھ دار بندہ ہے ایسے ثبوت لائے گا کہ ہمایوں اسے جھٹلا نہ سکے گا۔ وہ ابھی آ کر ہمایوں کو سب کچھ بتا دے گا' ابھی کل دوپہر میں خاصا وقت ہے۔ تمہاری عدت ختم نہیں ہوئی۔ میں جانتی ہوں کہ وہ حقیقت جان کر رہ نہیں سکے گا۔ اور تمہیں واپس اپنائے گا۔ آؤ۔ اندر چلتے ہیں۔" فرشتے نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکالے' اٹھی اور پھر وہیل چیئر کی پشت تھام لی۔

"بس مجھ پہ ایک احسان کرنا۔ ہمایوں کو مت بتانا کہ میں نے خیانت کی۔ میں اس کی نظروں سے گرنا نہیں چاہتی۔ بظاہر میں نے جھوٹ نہیں بولا مگر مجھے تمہارا راز نہیں کھولنا چاہیے تھا۔ میں اس سے کہہ دوں گی کہ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی' میں فواد کے سامنے تمہاری تائید کروں گی' مگر تم۔ تم میری عزت رکھ لینا۔ وہ جانتا ہے۔ کہ فرشتے جھوٹ نہیں بولتی' خیانت نہیں کرتی۔ اس نے ان تصویروں پہ نہیں' مجھ پہ یقین کر کے تمہیں طلاق دی تھی۔ تم میری عزت رکھ لینا۔"

وہ اس کی وہیل چیئر دھکیلتی آہستہ آہستہ بے خود سی کہہ رہی تھی۔ محمل نے سر جھکا لیا۔ وہ فرشتے کو نہیں بتا سکی کہ آج وہ پھر زمین کی طرف جھک رہی ہے مگر اسے پتہ نہیں ہے۔

"تم ہمایوں کو واپس لے لو محمل۔ وہ تمہارا ہے' اسے تمہارا ہی رہنا چاہیے۔" وہ اسے اس کے کمرے میں چھوڑ کر پلٹ گئی۔

☼ ☼ ☼

کمرے میں اسی طرح نیم اندھیرا تھا۔ کھڑکی کے پردے ہٹے تھے۔ ٹیبل لیمپ ابھی تک جل رہا تھا۔ وہ خود کو گھسیٹتی آگے بڑھی اور لیمپ کا بٹن بجھایا۔ ایک دم کمرے میں اندھیرا پھیل گیا۔ بس کھڑکی کے پار بارش کے قطرے گرتے دکھائی دے رہے تھے۔

وہ وہیں کھڑکی کے سامنے بیٹھی برستی بارش کو دیکھے گئی۔

"انسان جس سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے' اللہ اسے اسی کے ہاتھوں سے توڑتا ہے' انسان کو اس ٹوٹے ہوئے برتن کی طرح ہونا چاہیے جس سے لوگوں کی محبت آئے اور باہر نکل جائے۔"

اللہ نے اسے ان ہی لوگوں کے ہاتھوں توڑا تھا جن سے وہ سب سے زیادہ محبت کرتی تھی۔ ہمایوں' فرشتے اور تیمور!

تب ہی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔ وہ خاموشی سے دیکھتی رہی۔

وہ گاڑی بار بار ہارن بجا رہی تھی۔ تب اس نے برستی بارش میں ہمایوں کو گیٹ کی طرف جاتے دیکھا۔

اس نے گیٹ کھولا تو ایک گاڑی زن سے اندر داخل ہوئی۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر وہ تیزی سے باہر نکلا تھا' وہ فواد ہی تھا' وہ پہچان گئی تھی۔

وہ ویسا ہی تھا' بس آنکھوں پہ فریم لیس گلاسز تھے اور بالوں کا کٹ زیادہ چھوٹا تھا۔

کیا ہمایوں اس کی بات سن لے گا؟ کبھی بھی نہیں!

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"تب ہی فواد نے لپک کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا اور کسی کو بازو سے کھینچ کر باہر نکالا۔ محمل دھک سے رہ گئی۔ وہ معیز تھا۔

پتلا لمبا' نوجوان جس کی مسیں بھیگ رہی تھیں۔ فواد اس کو پکڑ کر ہمایوں کے سامنے لایا جو قدرے چونکا ہوا کھڑا تھا۔

برستی بارش کا شور بہت تیز تھا۔ ان کی باتوں کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ وہ تینوں بارش میں بھیگتے کھڑے تھے۔ فواد زور زور سے کچھ کہہ رہا تھا۔ ہمایوں سینے پہ ہاتھ باندھے صرف خاموشی سے سن رہا تھا۔ اس کی محمل کی طرف پشت تھی۔ وہ اس کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اور تب اس نے معیز کو ہاتھ جوڑے دیکھا۔ شاید اس کے چہرے پہ بارش کے قطرے تھے' یا شاید وہ رو رہا تھا۔ روتے ہوئے' وہ کچھ کہتے ہوئے وہ ہمایوں سے معافی مانگ رہا تھا۔ اور تب اس نے فرشتے کو باہر آتے دیکھا۔ وہ بھی کچھ کہہ رہی تھی۔

محمل نے ہاتھ برسا کر پردہ برابر کردیا۔ وہ اس منظر کو اب مزید نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔

کتنی ہی دیر بعد اس نے فرشتے کی آواز سنی' وہ فواد اور معیز کو ادھر لا رہی تھی۔

اس کے کمرے کا دروازہ کھلا' محمل کی اس طرف پشت تھی۔

"محمل..." فواد کی بھرائی ہوئی آواز اسے سنائی دی۔

"معیز نے ہمایوں کو سب کچھ بتادیا ہے۔ اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا تو۔ محمل ہمیں معاف کردو۔ ہم نے تمہارے ساتھ بڑی زیادتی کی۔"

"آپا! ہمیں معاف کردو!" وہ معیز تھا' وہ رو رہا تھا۔

"اماں اور آرزو آپا نے مجھے یہ سب کرنے کو کہا تھا۔ آپا! اماں بہت بیمار ہیں۔ وہ اب پہلے جیسی نہیں ہیں۔ وہ سارا دن چیختی چلاتی ہیں۔ آپا۔ ہمیں۔" وہ کہہ رہا تھا اور کوئی دھیمے سے اس کے اندر بولا تھا۔

"پس تم یتیم کے ساتھ سختی نہ کرنا۔"

"آپا! آرزو آپا نے خودکشی کرلی ہے۔ آج ہمایوں بھائی نے ان کو ریجیکٹ کردیا تھا۔ اماں سنبھل نہیں پارہیں۔ ہمیں بددعا مت دینا آپا۔"

"جاؤ معیز! میں نے تمہیں معاف کیا۔ سب کچھ معاف کیا۔"

وہ کھڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"آپا دعا کرو آرزو آپا بچ جائیں۔ ان کے لیے بددعا مت کرنا۔"

"میں دعا کروں گی' تم جاؤ معیز' ان کا خیال رکھنا۔ مجھے تم سے کوئی شکوہ نہیں ہے' بلکہ تم نے تو مجھے انسانوں کی محبت اور وفا کی حقیقت دکھائی ہے۔ تمہارا شکریہ معیز۔ تم جاؤ۔"

اور وہ ویسے ہی اُلٹے قدموں پلٹ گیا۔

"کیا تم ہمیں معاف کرسکتی ہو محمل؟" وہ شکست خوردہ ٹوٹا ہوا شخص آغا فواد ہی تھا۔

"میں نے معاف کیا' سب معاف کیا۔" وہ اب بھی پیچھے نہیں مڑی تھی۔

"آغا جان کو آدھے جسم کا فالج ہوگیا ہے۔ وہ تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔ ممی ان کے غم کی وجہ سے ان زندوں میں رہی ہیں' نہ مُردوں میں۔ سدرہ کے شوہر کی ڈیتھ ہوگئی ہے اور اس کے وہ خاندانی سسرال والے اس کو میکے نہیں آنے دیتے۔ وہ اور اس کے یتیم بچے اپنے گھر میں اس سے بدتر زندگی گزار رہے ہیں جو تم نے اور مسرت چچی نے گزاری تھی۔ مہرین کو....."

"مجھے کچھ مت بتائیں فواد بھائی۔ پلیز' میں نے معاف کیا۔ سب معاف کیا۔ مجھے یہ سب بتا کر اور دکھ نہ دیں۔ ابھی مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔" اس کے نرم لہجے میں منت تھی۔

"ٹھیک ہے۔ اور یہ۔ تمہارا حصہ ہے ان تمام سالوں کے منافع سمیت۔ فرشتے کا حصہ میں اسے ادا کرچکا ہوں۔ ہوسکے تو ہمارے لیے دعا کرنا۔" وہ ایک فائل اور ایک مہربند لفافہ اس کے بیڈ کی پائینتی پہ رکھ کر واپس مڑ گیا تھا۔

محمل نے گردن پھیر کر دیکھا۔ وہ سر جھکائے' نادم و شکستہ حال جارہا تھا۔

وہ ہمیشہ سوچتی تھی کہ آغا فواد کا کیا انجام ہوا؟ مگر یہ دنیا انجام کی جگہ تھوڑی ہے؟ یہ تو امتحان کی جگہ ہے اپنے گناہ نظر آنا بھی ایک امتحان ہے اصل فیصلہ تو روز حساب ہی ہوگا۔

اس کے بیڈ کی پائینتی پر چند کاغذ رکھے تھے۔ وہ کاغذ جو کبھی اس کی زندگی کا محور تھے مگر آج اس نے ان پہ دوسری نظر بھی نہیں ڈالی تھی۔ ان ہی کاغذوں کے لیے اس نے فواد کا جھانسہ قبول کیا تھا' آج فواد نے اسے خود لادیے تھے مگر کتنی بھاری قیمت تھی اس غلطی کی جو اسے چکانی پڑی تھی۔

کچی عمر کے کچے سودے۔

بارش دھیمی ہوچکی تھی۔ کھڑکی کی جالیاں گیلی ہوچکی تھیں۔ ان سے مٹی کی سوندھی خوشبو اندر آرہی تھی۔ بہت دیر تک وہ وہیں بیٹھی خوشبو سونگھتی رہی۔ اسے لاشعوری طور پہ اس کا انتظار تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اب وہ اس کے کمرے میں ضرور آئے گا۔

کافی لمحے بیت گئے تو اس نے چوکھٹ پر آہٹ سنی۔ وہ آہستہ سے مڑی۔

ہمایوں تھکا ہارا سا دروازے میں کھڑا تھا۔ یہ وہ دروازہ تھا جو اس نے محمل کی موجودگی میں کبھی پار نہیں کیا تھا۔ یہ وہ چوکھٹ تھی جس پہ وہ کبھی سوالی بن کر نہیں آیا تھا۔ مگر آج وہ آیا تھا۔

اس کے تھکے تھکے ٹوٹے قدم آہستہ آہستہ اندر داخل ہوئے تھے۔

"محمل!" ٹوٹی ہوئی آواز میں اس نے پکارا تھا۔ اور پھر وہ پورے قد سے' گھٹنوں کے بل اس کے قدموں میں آن گرا تھا۔

"مجھے معاف کردو محمل!" اس کی آنکھیں سرخ تھیں' اور چہرے پہ صدیوں کی تھکان تھی۔

"مجھے معاف کردو۔ میں بہت دور چلا گیا تھا۔"

اس نے تاسف سے ہمایوں کو دیکھا۔ پہلے بھی وہ سب اس سے اس کا سب کچھ چھین کر لے گئے تھے۔ آج بھی وہ مانگ ہی رہے تھے مانگنے ہی آئے تھے۔

ہر ایک کو اپنے ضمیر کے بوجھ سے نجات چاہیے تھی۔ محمل ابراہیم تو کہیں بھی نہیں تھی!

"میں نے صرف فرشتے کی بات پر۔ اور آج وہ کہہ رہی ہے کہ تم نے اس سے صرف ایک مسئلہ پوچھا تھا' اس نے خود غلط اخذ کیا۔ میں نے صرف فرشتے کی وجہ سے۔"

"کیا آپ نے پہلے زندگی کے سارے فیصلے فرشتے کے دماغ سے کیے تھے ایس پی صاحب؟" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔ "آپ چھوٹے بچے تھے جو یہ نہیں جانتے تھے کہ میرے رشتے دار میرے کھلے دشمن ہیں؟ آپ ان پڑھ جاہل تھے جو یہ نہیں سمجھتے تھے کہ ایسی تصویریں تو ہر گلی محلے میں بن جاتی ہیں۔"

"محمل' یقین کرو' میں۔"

"ایک منٹ ایس پی صاحب! میں نے کئی مہینے صرف آپ کی سُنی ہے۔ آج آپ میری سنیں گے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ نے فرشتے کے کہے پہ یقین کرلیا؟ آج میں آپ سے پوچھتی ہوں کہ آپ نے فرشتے سے پوچھا ہی کیوں؟ آپ میری طرف سے اتنے بدگمان تھے کہ آپ کو دوسروں سے پوچھنا پڑا؟ کیوں نہیں آپ نے وہ تصاویر معیز کے منہ پہ دے ماریں؟ کیا آپ بہت قابل پولیس آفیسر نہیں تھے؟ کیا آپ کو کھرا اور کھوٹا الگ کرنا نہیں آتا تھا؟ کیا آپ آرزو کی خصلت کو نہیں جانتے تھے؟ یا شاید آپ کی دلچسپی ایک بیمار' بے ہوش عورت میں ختم ہوگئی تھی۔ شاید آپ کو میری خدمت سے دور بھاگنے کا ایک موقع چاہیے تھا۔ آپ آزاد ہونا چاہتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ مجھے صفائی کا ایک موقع تو دیتے۔ ایک بار تو پوچھتے کہ کیا تم نے ایسا کیا ہے؟ مگر آپ خود بھی مجھ سے تھک گئے تھے۔ آپ نے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا ہمایوں کہ اگر میری جگہ آپ یوں بیمار ہوتے اور میں آپ کے ساتھ یہی کرتی تو آپ کی کیا حالت ہوتی؟"

بولتے بولتے اس کا سانس پھول گیا تھا۔ تب ہی کھلے دروازے سے تیمور بھاگتا ہوا اندر آیا۔ شور سن کر وہ نیند سے جاگا تھا۔ وہ بھاگ کر اس کے پاس آیا اور اس

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Forever .com

کے گھٹنوں سے لپٹ گیا۔ مگر ہمایوں اور محمل اس کو نہیں دیکھ رہے تھے۔

"محمل، مجھے معاف کردو۔ میں رجوع کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ چلو۔" ہمایوں اس کا ہاتھ تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر محمل ایک دم پیچھے کو ہوئی۔

"لیکن اب میں ایسا نہیں چاہتی۔ ٹوٹے دھاگے کو دوبارہ جوڑا جائے تو اس میں ایک گرہ رہ جاتی ہے۔ ہمارے درمیان بھی وہ گرہ رہ گئی ہے، سو اس دھاگے کو ٹوٹا رہنے دیں۔"

"محمل!" وہ بے یقین تھا۔ معافی کے لیے جڑے اس کے ہاتھ نیچے گر گئے۔ محمل نے گہری سانس لی۔

"میں نے آپ کو معاف کردیا ہے ہمایوں! دل سے معاف کردیا ہے۔ مگر اب رجوع کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ آپ فرشتے سے شادی کرلیں۔ آپ دونوں ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں۔ درمیان میں، میں آگئی تھی۔"

"مگر محمل۔۔۔ تم۔۔۔" وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر آج وہ نہیں سن رہی تھی۔

"مجھے کسی سہارے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ ہمایوں۔ میرا بیٹا میرے پاس ہے، فواد نے مجھے میرا حصہ بھی دلا دیا ہے۔ میں لوگوں کی محتاج نہیں رہی، آپ فرشتے سے شادی کرلیں۔ وہ آپ کا انتظار کررہی ہے۔"

اس نے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ ہمایوں نے گردن موڑ کر دیکھا۔

فرشتے وہاں کھڑی رو رہی تھی۔ ہمایوں کو گردن موڑتے دیکھ کر، وہ منہ پہ ہاتھ رکھے باہر کو بھاگی تھی۔

"آپ اس کا اور امتحان نہ لیں۔ اس سے شادی کرلیں۔ میں اور تیمور ایک دوسرے کو بہت ہیں۔ ہمارا نصیر اللہ ہے۔ آپ ہمیں جانے دیں۔ اب ہمارا ساتھ ناممکن ہے۔"

وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے تمہاری قدر نہیں کی، محمل!" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اٹھا، اور شکستہ قدموں سے باہر کی جانب بڑھ گیا۔

"دروازہ بند کرجائیے گا۔"

اس کے الفاظ پہ وہ ذرا دیر کو رکا، مگر پلٹا نہیں۔ اب شاید وہ پلٹنے کی ہمت خود میں نہیں پاتا تھا۔

بہت آہستہ سے وہ باہر نکلا اور کمرے کا دروازہ بند کیا۔

وہ محمل کی زندگی سے جاچکا تھا۔

دو آنسو اس کی پلکوں سے ٹوٹے اور گردن پہ لڑھک گئے۔

فرشتے کہتی تھی کہ اس نے سنا نہیں جب وہ برسوں پہلے اس ہسپتال میں "کچھ" بتانا چاہتی تھی۔ حالانکہ وہ منظر تو اسے آج بھی یاد تھا۔ وہ جو نرس کے پکارنے پہ اٹھی تھی، فرشتے کی ادھوری بات سن کر ہی اٹھی تھی۔ وہ ہمیشہ سے جانتی تھی کہ فرشتے ہمایوں کو پسند کرتی ہے۔ مگر جب فرشتے نے خود اپنے رویّے سے یقین دلایا تو وہ بھی بظاہر خود کو مطمئن کرنے لگی کہ بھلا فرشتے ایسے جذبات کیوں رکھے گی، مگر دور اندر وہ ہمیشہ سے جانتی تھی۔ اگر آرزو کو درمیان میں نہ دیکھا ہوتا تو وہ کبھی اس غلط فہمی کا شکار نہ ہوتی کہ ہمایوں کس سے شادی کررہا ہے۔ ہاں، وہ جانتی تھی کہ فرشتے کیوں ان کی شادی کے بعد باہر چلی گئی تھی۔

وہ سب جانتی تھی۔ یہ بھی کہ اب وہ معذور ہوگئی تھی۔ ایک بے کشش عورت بن گئی تھی۔ ہمایوں نادم ہوکر پلٹا تو تھا۔ مگر تھا تو مرد ہی۔ کب تک اس سے بندھا رہتا؟ جو کانوں کا اتنا کچا تھا کہ اس فون کال میں ایک انگوٹھی کا ذکر اس کی سمجھ میں آیا۔ اور اس کی مسلسل "فواد بھائی" "فواد بھائی" کی تکرار میں "بھائی" کا لفظ سمجھ میں نہیں آیا۔" وہ کب تک اس کا رہتا؟ ایک نہ ایک دن وہ پھر کسی دوسری عورت کی طرف چلا جاتا۔ تب بھی وہ اکیلی رہ جاتی مگر تب وہ شاید برداشت نہ کرپاتی۔ اس میں بار بار ٹوٹنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ سو اس نے ٹوٹا ہوا برتن بننے کا سوچا۔ فرشتے نے اعتراف کیا تھا، معافی نہیں مانگی تھی۔ ہمایوں نے معافی مانگی تھی مگر اعتراف نہیں کیا تھا۔ اور وہ دونوں سمجھتے تھے کہ

وہ بری الذمہ ہوگئے ہیں۔ خیر!

"تیمور!" اس نے گود میں سر رکھے تیمور کے نرم بھورے بالوں کو پیار سے سہلایا۔

"ہوں؟" وہ کچی نیند میں تھا۔

"تم نے ایک دفعہ مجھ سے پوچھا تھا کہ میں یوسف علیہ السلام کے ذکر پہ اداس کیوں ہوجاتی ہوں، ہے نا؟"

"جی ماما!" وہ نیم غنودہ سا بولا۔

"پتا ہے میں کیوں اداس جاتی ہوں؟" اس نے اپنے آنسو پونچھے، "کیونکہ وہ بہت صبر کرنے والے تھے اور وہ اپنے والد کے بہت پیارے تھے۔" اسے بولتے ہوئے کچھ اور بھی یاد آرہا تھا۔

"مگر ان کے اپنے بھائیوں نے ان کو ایک اندھے کنویں میں ڈال دیا۔" اس کی آنکھوں کے سامنے کچھ مناظر تیزی سے چل رہے تھے۔

"پھر ان کو درہم کے عوض مصر میں بیچا گیا۔ ان پہ بہتان لگایا گیا۔ ان کو برسوں قید میں رکھا گیا۔ اور پھر ایک دن آیا جب وہ اسی مصر کے خزانے منسٹر بنے جس میں کبھی ان کو بیچا گیا تھا۔ ان کو اپنا بچھڑا ہوا بھائی مل گیا۔ اور وہ جنہوں نے ان پہ تہمتیں لگائی تھیں۔ اور وہ جنہوں نے ان کو ان کے گھر سے بے دخل کیا تھا، وہ ان کے پاس معافی مانگنے آئے۔ مگر اس ہستی نے کچھ نہیں جتایا، کچھ نہیں گنوایا، سب کو معاف کردیا۔ میں اس لیے اداس ہوتی ہوں تیمور، کہ میں صبر کے اس مقام پہ کبھی نہیں پہنچ سکی۔ کیا تم سن رہے ہو؟" اس نے چند لمحے اس کے جواب کا انتظار کیا۔ اور پھر جھک کر اس کے بالوں کو چوما۔

تیمور گہری نیند سو چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

ٹی وی لاؤنج کی مرکزی دیوار پہ بڑی سی پلازمہ اسکرین لگی تھی۔ اس پر ایک خوبصورت منظر پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔

روشنیوں سے منور ایک بڑا سا ہال، ہزاروں لوگوں

ماہنامہ
حنا
بہنوں کا اپنا ماہنامہ
لاہور

اگست 2011 کا شمارہ "رمضان نمبر" شائع ہوگیا ہے

اگست 2011 کے شمارے کی ایک جھلک

☆ اداکار "توقیر ناصر" سے ملاقات،

☆ "سائبان" سعدیہ عابد کا مکمل ناول،

☆ "شام فراق" صبا جاوید کا مکمل ناول،

☆ "صبا میرو یاد آنوندا" تحسین اختر کا ناولٹ،

☆ "محبتوں میں حساب کیسا" مدیحہ تبسم کا ناولٹ،

☆ اس کے علاوہ منزہ ناز، ہما راؤ، طیبہ ہاشمی، سارا جبیں اور اسما بدر کے افسانے،

☆ "میرے ساحر سے کہو" ام مریم کا سلسلے وار ناول،

☆ "میں ستارہ صبح اُمید کا" فوزیہ غزل کا سلسلے وار ناول،

اس کے علاوہ

پیارے نبی ﷺ کی باتیں، انشائیہ، انٹرویو، شوبز کی دنیا کی دلچسپ معلومات کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں

اگست 2011ء کا شمارہ
آج ہی اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب کریں

کا مجمع۔ اسٹیج پہ بیٹھی نامور دینی شخصیات اور روسٹرم پہ کھڑا وہ شخص جو لیکچر دے رہا تھا۔

ٹی وی کے سامنے صوفے پہ بیٹھے ہمایوں داؤد نے ریموٹ اٹھا کر آواز اونچی کی۔ والیوم کے بڑھتے نقطے اسکرین پہ موجود شخص کے کوٹ پہ نمودار ہوئے تھے۔

ہمایوں نے ریموٹ رکھ دیا۔ اب وہ بنا پلک جھپکے، ساکت بیٹھا اسکرین کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ فیصلہ آج نہیں ہوا تھا، بلکہ بیسویں صدی کے اوائل میں ہی ہو گیا تھا کہ قرآن صرف عربی کا قرآن ہے۔ اس کے تراجم قرآن نہیں ہیں۔"

وہ روشن چہرے والا شخص اپنے خوبصورت انگریزی لب و لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔ چہرے پہ نفاست سے تراشیدہ داڑھی تھی، اور سر پہ سفید جالی دار ٹوپی اس کی آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ کانچ سی بھوری، چمکتی ہوئی۔ اور مسکراہٹ بہت دلفریب تھی۔ کچھ تھا اس کی مسحور کن شخصیت میں کہ ہزاروں لوگوں سے بھرے ہال میں سناٹا تھا۔ سب سانس روکے اس کی بات سن رہے تھے۔

"آج کے دور کا مسلم جب قرآن کھولتا ہے تو کہتا ہے کہ اسے اس میں وہ انداز کلام نظر نہیں آرہا جس کے قصے وہ بچپن سے سنتا آیا ہے وہ انداز کلام جسے سنتے ہی عرب کے لوگ لاجواب ہو جاتے تھے، سجدے میں گر جاتے تھے، فوراً ایمان لے آتے تھے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس قرآن کا لاکھ انکار کرنے کے باوجود ابو جہل بن ہشام جیسے لوگ بھی چھپ چھپ کر اسے سننے آتے تھے؟ اور کیا وجہ ہے کہ ہمیں اس میں وہ بات نہیں نظر آتی جو ان عربوں کو نظر آتی تھی؟ ہمیں کیوں یہ صرف قصوں کا مجموعہ لگتا ہے جن کے درمیان چند نصیحتیں ہیں اور نماز روزے کے احکام؟"

ہمایوں نے ریموٹ اٹھا کر دوبارہ آواز اونچی کی، اور پھر مضطرب انداز میں اسے واپس رکھ دیا۔

کیا آپ نے ڈاکٹر موریس بکائی کا واقعہ سنا ہے؟"

اس نے لمحہ بھر کو توقف کیا اور پورے ہال پہ نگاہ دوڑائی۔ سب دم سادھے اس کو سن رہے تھے۔

"ڈاکٹر موریس بکائی ایک فرنچ ڈاکٹر تھے۔ وہ اپنے پاس آنے والے ہر مسلمان مریض سے کہتے تھے کہ قرآن حق نہیں ہے بلکہ ایک من گھڑت کتاب ہے۔ مریض بے چارے آگے سے خاموش ہو جاتے۔ پھر ایک دفعہ جب شاہ فیصل ان کے پاس زیر علاج تھے۔ انہوں نے یہی بات شاہ فیصل سے کہی تو انہوں نے پوچھا "کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟" ڈاکٹر بکائی نے کہا کہ "ہاں پڑھا ہے۔ شاہ فیصل نے پوچھا کہ کیا پڑھا ہے تو انہوں نے بتایا کہ قرآن کا ترجمہ پڑھا ہے اس پر شاہ فیصل نے کہا "پھر تم نے قرآن نہیں پڑھا کیونکہ قرآن صرف عربی میں ہے۔"

ڈاکٹر بکائی نے اس کے بعد دو سال لگا کر عربی سیکھی، اور پھر جب انہوں نے اصل قرآن پڑھا تو وہ فوراً "مسلمان ہو گئے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگوں نے قرآن نہیں پڑھا ہوتا۔ جو عربی ہم پڑھتے ہیں اس کا لیٹرل ورڈ میننگ litrered word meaning ہمیں نہیں آتا ہوتا اور اس کا جو اردو ترجمہ ہم پڑھتے ہیں وہ اللہ نے نہیں اتارا ہوتا۔ کسی حد تک یہ تراجم اثر کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی قرآن کا اصل جاننا چاہتا ہے۔ تو اسے چاہیے کہ وہ عربی کا قرآن پڑھے۔"

ہمایوں کے صوفے کے پیچھے جانے کب آہستہ سے فرشتے آ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ بنا پلک جھپکے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

"اب اس کے دو طریقے ہیں، یا تو آپ پوری عربی سیکھیں، یا آپ صرف قرآن کی عربی سیکھیں اور صرف قرآن کی عربی سیکھ کر بھی آپ بالکل درست طور پہ اصل قرآن سمجھ سکتے ہیں۔ ایزی کونسچن؟"

اس نے رک کر ہال پہ نگاہ دوڑائی۔

اسٹیج کے سامنے نیچے لگے مائیک کے قریب کھڑی ایک پاکستانی لڑکی فوراً آگے بڑھی اور مائیک تھاما۔

"السلام علیکم ڈاکٹر تیمور۔"

"وعلیکم السلام!" وہ سر کے خفیف اشارے سے جواب دیتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"سر! مجھے آپ کی بات سن کر یہ سب بہت مشکل لگ رہا ہے۔ عربی بہت مشکل زبان ہے اور پیچیدہ اور یہ ہماری مادری زبان نہیں ہے۔ عام آدمی۔ اسے کیسے سیکھ سکتا ہے۔؟"

وہ ذرا سا مسکرایا، اپنا اور چہرہ مائیک کے قریب لایا۔

"بالکل ایسے جیسے ہمارے ملک کے عام آدمی نے دنیا کے علوم حاصل کرنے کے لیے انگریزی سیکھی ہے۔ وہ بھی ہماری زبان نہیں ہے۔ مگر ہمیں آتی ہے۔ کیا نہیں آتی؟

عربی سیکھنا تو زیادہ آسان اس لیے بھی ہے کہ یہ اردو سے بہت قریب ہے۔"

لڑکی نے لاجواب ہو کر گہری سانس بھری پیچھے پورے ہال میں ایک تبسم بکھر گیا۔

"میرا ایک کوئسچن ہے سر!" ایک نوعمر لمبا سا لڑکا مائیک پہ آیا۔ "میں نے آپ کے پچھلے لیکچر سے متاثر ہو کر قرآن سیکھنا شروع کیا تھا مگر قرآن پڑھتے اب مجھ پر پہلے والی کیفیت طاری نہیں ہوتی۔ دل میں گداز نہیں پیدا ہوتا، میں قرآن پڑھتا ہوں تو میرا ذہن بھٹک رہا ہوتا ہے۔"

تیمور نے مائیک قریب کیا، پھر بغور اس لڑکے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کہیں جھوٹ تو نہیں بولتے؟"

"جی؟" وہ بھونچکا رہ گیا۔

"ایک بات یاد رکھیئے گا، قرآن صرف صادق اور امین کے دل میں اترتا ہے۔

میں نے اس کتاب کے بڑے بڑے علماء کو دیکھا ہے جو امانت کی راہ سے ذرا سے پھسلے اور پھر ان سے قرآن کی حلاوت چھین لی گئی، اور پھر تبھی وہ اس کتاب کو ہاتھ نہ لگا سکے۔"

ہمایوں کی کانچ سی بھوری آنکھوں میں ایک کرب ابھرا تھا۔ اس کے صوفے کی پشت پہ ہاتھ رکھے فرشتے ساکت کھڑی تھی اس کے پیچھے دیوار میں شیلف بنا تھا۔ ایک طرف میز تھی۔ میز پہ تازہ تہہ کی ہوئی جائے نماز ابھی ابھی رکھی گئی تھی۔

ساتھ شیلف کے سب سے اوپر والے خانے میں احتیاط سے غلاف میں لپٹی ایک کتاب رکھی تھی۔ اس کا غلاف بہت خوبصورت تھا۔ سرخ ویلوٹ کے اوپر سلور ستارے مگر گزرتے وقت نے غلاف کے اوپر گرد کی ایک تہہ جمادی تھی۔

اور وہ شیلف اتنا اونچا تھا کہ اس تک اسٹول پہ چڑھے بغیر ہاتھ نہیں جاتا تھا۔

"جس شخص میں صداقت اور امانت ہوتی ہے اور وہ واقعی قرآن حاصل کرنا چاہتا ہے تو قرآن اس کو دے دیا جاتا ہے۔" اسکرین وہ پہ روشن چہرے والا شخص کہہ رہا تھا۔

"ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے عرب معاشرے کے بارے میں عمومی تاثر یہ رکھتے ہیں کہ وہ بہت جاہل، گنوار لوگ تھے، اور بیٹیوں کو زندہ دبانے والے وحشی تھے، لیکن ان لوگوں میں بہت سی خوبیاں بھی تھیں۔ وہ مہمان نواز تھے عہد کی پاس داری کرتے تھے۔ جہاں تک بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کا تعلق ہے تو یہ کام عرب کے کچھ غریب قبائل کرتے تھے اور اس وقت بھی انسانی حقوق کی تنظیمیں تھیں جو فدیہ دے کر ان بچیوں کو چھڑاتی تھیں۔ اور رہی بات صداقت کی تو عرب معاشرے میں جھوٹ بولنا انتہائی قبیح عمل سمجھا جاتا تھا اور لوگ اس شخص پہ حیران ہوتے تھے جو جھوٹ بولتا ہو اسی لیے ان لوگوں کو قرآن دیا گیا تھا اور اسی لیے ہم لوگ اس کی سمجھ سے محروم کر دیے گئے ہیں کیونکہ نہ تو ہم سچ بولتے ہیں، اور نہ ہی امانت کا خیال رکھتے ہیں، بھلے وہ کسی ذمہ داری کی امانت ہو، کسی کی عزت کی، یا کسی کے راز کی۔"

محمل مسکرا کر ٹی وی اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

وہ سیمینار ملائیشیا سے لائیو آرہا تھا۔ سیمینار ختم ہوتے ہی تیمور نے فلائٹ لینی تھی اور وہ جانتی تھی کہ رات کھانے پہ وہ ان کے ساتھ ہوگا۔ ابھی اس نے

FIAZ AHMED
Pakistanipoint.com

تیمور کے لیے اسپیشل ڈش کی تیاری بھی شروع کرنا تھی سو وہ پروگرام چھوڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

تیمور کے لیے کھانا وہ ہمیشہ اپنے ہاتھوں سے خود تیار کرتی تھی۔ ایک ایک سبزی خود کاٹتی تھی ہاں' آغا جان کا پرہیزی کھانا ملازمہ بنا لیتی تھی۔

وہ سیڑھیوں کے ایک طرف سے نکلتی ہوئی آغا جان کے کمرے کے دروازے کے باہر رکی اور اسے ہولے سے کھٹکھٹا کر کھولا۔

"آغا جان! آپ نے ناشتا کر لیا؟"

وہ بیڈ پہ لیٹے تھے۔ ان کے ہونٹ فالج کے باعث ذرا ٹیڑھے ہو گئے تھے۔ اس کی آہٹ سن کر انہوں نے آنکھیں کھولیں اور پھر مسکرانے کی کوشش کی۔ جب سے وہ اپنی اولاد پہ بوجھ بنے تھے' محمل انہیں اپنے پاس لے آئی تھی۔

"تیمور کہہ رہا تھا' وہ رات تک پہنچ جائے گا۔"

وہ آگے بڑھی اور کھڑے کھڑے ان کا ہاتھ نرمی سے تھامے بتانے لگی۔

"میں رات کو کچھ اسپیشل بنانے کا سوچ رہی ہوں' کتنے دنوں بعد ہم تینوں اکٹھے کھانا کھائیں گے' ہے نا؟"

آغا جان نے پھر مسکرانے کی سعی کی' اس کوشش میں ان کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گرے۔

"آپ فکر مت کیا کریں' میں ہوں نا آپ کے پاس۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دی آپ کو بھی دے گا۔" اس نے نرمی سے ان کے آنسو صاف کیے۔ "اچھا' مجھے مسجد میں ایک لیکچر دینا ہے' بس گھنٹہ لگے گا' میں ابھی چلتی ہوں' جلدی آنے کی کوشش کروں گی' پھر ڈنر کی تیاری بھی کرنی ہو گی۔" وہ گھڑی دیکھتی جانے کے لیے مڑی۔

آغا جان اب سسک سسک کر رو رہے تھے۔

باہر آ کر وہ سیڑھیوں کے پاس لگے آئینے کے سامنے رکی۔ سامنے کیل پہ اس کی پونی ٹنگی تھی۔ اس نے پونی اٹھائی اور لمبے بال سمیٹ کر اونچی پونی میں جکڑے' پھر ایک نظر آئینے میں خود کو دیکھا اور مسکرا دی۔

وہ آج بھی اتنی ہی صبیح' تر و تازہ اور خوب صورت تھی جتنی برسوں پہلے ہوا کرتی تھی۔ وہ اونچی پونی آج بھی اس پہ اتنی ہی خوب صورت لگ رہی تھی جتنی پہلے لگتی تھی۔ اور آج بھی ہر صبح وہ وہیں جاتی تھی جہاں پہلے جایا کرتی تھی۔

اس نے ٹی وی بند کیا۔ (تیمور کا پروگرام ختم ہو چکا تھا) اور میز سے اپنا بیگ اور سفید جلد والا قرآن اٹھائے "آغا ہاؤس" سے باہر نکل آئی۔

☼ ☼ ☼

وہ مسجد جانے سے قبل پندرہ منٹ کے لیے بس اسٹاپ ضرور جایا کرتی تھی۔ اسے کئی برسوں سے اس سیاہ فام لڑکی کی تلاش تھی جس نے اس تک قرآن پہنچایا تھا۔ وہ ایک دفعہ اس سے مل کر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔

سنہری سی صبح اتری ہوئی تھی۔ دور کہیں پرندے بول رہے تھے' وہ دھیمی رفتار سے چلتی' سفید جلد والا قرآن سینے سے لگائے بینچ پہ آ بیٹھی۔ ہر صبح کی طرح آج بھی وہ اسی موہوم امید پہ ادھر آئی تھی کہ شاید وہ لڑکی آ جائے۔

رات خوب بارش ہوئی تھی۔ سرمئی سڑک ابھی تک گیلی تھی۔ وہ سر جھکائے اداس سی بیٹھی سڑک پہ چلتی چیونٹیاں دیکھ رہی تھی۔

پندرہ منٹ ختم ہونے کو آئے تھے' مگر وہ لڑکی کہیں بھی نہیں تھی۔

مایوس ہو کر محمل نے جانے کے لیے بیگ اٹھایا۔

تب ہی اسے سڑک پہ قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے بے اختیار سر اٹھایا۔

ایک لڑکی دور سے چلی آ رہی تھی۔

کندھے پہ کالج بیگ' ہاتھ میں موبائل' شولڈر کٹ بال کیچر میں جکڑے ہوئے جینز' پہ کرتا پہنے چیونگم چباتی' قدرے جھنجلائی ہوئی سی وہ دھپ سے آ کر اس کے ساتھ بینچ پہ بیٹھی۔

محمل یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی۔ وہ لڑکی روز اس وقت ادھر آتی تھی' مگر آج سے پہلے وہ اسے دیکھ کر اتنی چونکی نہیں تھی۔ اب وہ پاؤں جھلاتی ہوئی اکتا کر موبائل کے بٹن پریس کر رہی تھی۔

"پتا نہیں کیا سمجھتا ہے خود کو۔" زیر لب غصے سے بڑبڑا کر اس نے ایک بٹن زور سے دبایا اور موبائل بیگ میں پھینکا۔

وہ ابھی تک یوں ہی اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی۔ بہت دھیرے سے اسے کچھ یاد آیا تھا۔

وہ لڑکی ادھر ادھر گردن گھماتی تنقیدی نگاہوں سے دیکھنے لگی تھی۔ دفعتاً محمل کی نگاہوں کا ارتکاز محسوس کر کے وہ چونکی۔

محمل نے ذرا سنبھل کر نگاہیں جھکا لیں۔ نیچے اس لڑکی کا بیگ پڑا تھا' جس پہ جگہ جگہ چاک سے اس کا نام لکھا تھا۔

"عشاء حیدر۔"

وہ زیر لب مسکرا دی' بہت کچھ یاد آ گیا تھا۔

"ایکسکیوزمی!" اس نے چیونگم چبانا روک کر ایک دم محمل کو مخاطب کیا۔ محمل نے نرمی سے نگاہیں اٹھائیں۔

"جی؟"

"میں روز آپ کو دیکھتی ہوں اور۔۔۔" اس نے محمل کی گود میں بیگ کے اوپر رکھے سفید کور والے قرآن کی طرف اشارہ کیا۔ اور آپ کی اس بک کو بھی۔ آپ اتنی کیئر سے اسے رکھتی ہیں' اس میں کیا کچھ خاص ہے؟"

محمل نے سر جھکا کر سفید قرآن کو دیکھا' جس کی صاف جلد اب خستہ ہو گئی تھی اور جھلکتے صفحے زرد پڑ گئے تھے۔ وہ دیکھنے سے کوئی بہت قدیم کتاب لگتی تھی۔

"خاص تو ہے۔" اس نے مسکرا کر سر اٹھایا۔

"اچھا۔ واٹس سو اسپیشل؟" وہ متجسس ہوئی۔

"اس میں کسی عشاء حیدر کا ذکر ہے' اس کی زندگی کی کہانی ہے اور اس کے لیے کچھ میسجز ہیں۔ اس لیے اسپیشل تو ہے۔"

وہ لڑکی یک ٹک منہ کھولے اسے دیکھے گئی۔

"کون۔۔۔ کون عشاء حیدر؟" بہت دیر بعد بمشکل وہ بول پائی تھی۔

"ہے ایک اس زمین پہ بسنے والی لڑکی جس کو لوگوں کی باتیں غمگین کرتی ہیں' جس کے کہنے سے قبل کوئی اس کے دل کی بات نہیں سمجھتا اور جس کو زندگی سے اپنا حصہ وصول کرنا ہے۔"

اسی لمحے بس نے ہارن بجایا۔ محمل نے بات روک کر دور سے آتی بس کو دیکھا۔

"میں چلتی ہوں' تمہاری بس آ گئی ہے۔" وہ سفید جلد والی کتاب اور بیگ اٹھائے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ لڑکی ابھی تک ششدر سی بیٹھی تھی۔

بس قریب آ رہی تھی۔

محمل چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بینچ سے دور جانے لگی۔

"سنیں۔۔۔ بات سنیں' ایک منٹ رکیں۔" یک دم وہ بے چینی سے اٹھی اور تیزی سے اس کے پیچھے لپکی۔

☼

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے
فائزہ افتخار کے 4 خوبصورت ناول

آئینوں کا شہر	قیمت -/500 روپے
بھول بھلیاں تیری گلیاں	قیمت -/500 روپے
یہ گلیاں یہ چوبارے	قیمت -/300 روپے
پھلاں دے رنگ ہزار	قیمت -/250 روپے

ناول منگوانے کے لئے فی کتاب ڈاک خرچ -/45 روپے

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار کراچی۔ فون نمبر: 32735021

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com